اتوار، ۴ اگست ۲۰۲۴

خصوصی سپلمنٹ

روزنامہ **ورقِ تازہ** ناندیڑ

قائم شدہ: مئی Establishment May 1994

THE WARAQU-E-TAZA URDU DAILY NANDED

Email: waraqtazadaily@yahoo.co.in
9325610858 - 8055362952

محمد تقی کی نثری تصنیف

مٹی کے چاند ستارے

ترتیب کار: حبیب مسعود علی

کل میرے لفظوں میں مری جان رہے گی: محمد تقی

ڈاکٹر نورالامین، پربھنی

زندگی اگر جدوجہد ہے تو پھر کامیاب کیا ہے اور اگر کامیاب زندگی ہے تو پھر اس کا تنوع اور اس کی ندرت کیا ہے... غوروفکر کرنے والا ذہن اور اس غوروفکر کرنے والے سادہ سے شخص کو بہت سارے سوالات کبھی دانستہ اور کبھی غیر دانستہ گھیرے رہتے ہیں۔ پاکستان کے بہت معروف شاعر تہذیب حافی نے تو بات کو اور الجھا دیا ہے بقول ان کے: یہ ایک بات سمجھنے میں رات ہوگئی ہے میں اس سے جیت گیا ہوں کہ مات ہوگئی ہے جیت اور مات صنعت تضاد سے مزین یہ شعر الجھاتے الجھاتے بہت کچھ سلجھاتا ہے اور سمجھاتا ہے۔ زندگی آبشاروں کی قید سے آزاد بھی اور روانی میں پابند بھی۔ مراٹھواڑہ کی ایسی ہی ایک discipline شخصیت جسے ادب، صحافت، سیاست اور سماج محمد تقی کے نام سے جانتا ہے... "مٹی کے چاند ستارے" یہ تنقیدی، تحقیقی و تاثراتی مضامین کا مجموعہ ہے بلکہ یہ اس جدوجہد اور ثبات کا dossier ہے جس نے مراٹھواڑہ کے ادبی، صحافتی، سیاسی اور سماجی منظر کو نہ صرف نیست سے ہست کی جانب مبذول کیا بلکہ اس کی راہوں کا تعین بھی کیا ہے۔ مٹی کے چاند ستارے" یہ کتاب اس لیے اہم ہے کیونکہ اس میں ایک دور سمایا ہوا ہے یہ ماضی کا وہ خوبصورت دریچہ ہے جو یادوں کی دنیا آباد کرتا ہے۔ محمد تقی صاحب کی ندرت خامہ فرسائی "مٹی کے چاند ستارے" میں تنوع رنگوں کے ساتھ شامل ہے بقول اسلم مرزا: "محمد تقی صرف صحافی نہیں بلکہ ایک تخلیقی فنکار بھی ہیں اور تقریباً 1975 سے قلم و قرطاس کے اسیر ہیں۔" بات قلم اور قرطاس کی اسیری کی بلکہ اس کے زریعہ اپنے مافی الضمیر کی بہ درجہ اتم ترجمانی بھی ہے۔ بقول اسلم مرزا: "محمد تقی نے "مٹی کے چاند ستارے" میں کم و بیش 26 شخصیات کی حیات ان کے ادبی کارنامے اور ان تمام سے اپنے دیرینہ تعلقات کو بخوبی پیش کیا ہے یہ تمام مضامین پڑھتے ہوئے مجھے محمد تقی کی تنقیدی بصیرت اور تصورات کا بخوبی اندازہ ہوا" "مٹی کے چاند ستارے" میں محمد تقی صاحب کا کمال یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس کتاب میں ان کا اسلوبِ نگارش بہت ترسیلی اور communicative بامِ ثریا پر نظر آتا ہے ترتیب اور تدوین کے ذکر کے بعد اس کتاب کی فہرست میں جو innovation اور خیال و مزاج کی وسعت نظر آتی ہے وہ تنقید و تحقیق اور رفتگاں کے عنوانات میں مضمر ہے جس کو پروفیسر ارتکاز افضل صاحب تقویت فرماتے ہیں کہتے ہیں: "محمد تقی بنیادی طور پر ایک نیک طینت صاف گو اور سادہ لوح انسان ہیں اور اردو تہذیب کے پروردہ بھی ہیں۔ لہذا جس استقلال اور ہمت کے ساتھ انہوں نے صحافت کا مورچہ سنبھال رکھا ہے وہ صرف انہی کا حصہ ہے مجھے بے حد مسرت ہے کہ مختلف دورانیوں میں لکھے گئے مضامین کو موصوف کتابی شکل دے رہے ہیں "مٹی کے چاند ستارے" ان کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے اس کتاب کے شمولات پر نظر ڈالیں تو باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تبصروں اور ادب کے ساتھ ساتھ اس میں وہ نگارشات بھی شامل ہیں جو کسی موقع محل کی مناسبت سے سپردِ قلم کی گئی تھیں۔

محمد تقی صاحب نے مراٹھواڑہ اور اردو ادب کی کئی شخصیات کو ان کی تعلیمی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی زندگی کو ضبط تحریر میں لایا ہے۔ یہ بھی خاص بات اس کتاب کے مشمولات کی بقول تہذیب حافی: بزم جاناں میں نشستیں نہیں ہوتیں مخصوص جو بھی اک بار جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا قلم کی روانی حیات کے دائرے کو کب گراں قدر حیثیت عطاء کرتی ہے علم ہی نہیں ہوتا ہے جب محمد کمال الدین صدیقی ساجد جیسی نابغہ روزگار شخصیت توجہ دلاتی ہیں تو تفہیم و ادراک کے در وا ہوتے ہیں کہتے ہیں :"ڈاکٹر صادق میرے استاذ محمد تقی صاحب کا یہ مضمون ایک فرمانبردار شاگرد اور اپنے شفیق استاد کے لیے اظہار عقیدت ہے محترم ڈاکٹر صادق صاحب نے محمد تقی صاحب کے تعلیمی دور میں انہیں جو مشورہ دیا تھا وہ ان کو برسوں بعد بھی یاد رہا اور اس مشورے کو حرف بہ حرف اپنے مضمون میں انہوں نے شامل کیا بلکہ اس پر عمل پیرا بھی رہے طلبہ و طالبات کو محمد تقی صاحب کے اس وصف کو مشعلِ راہ بنانا چاہیے" محمد تقی صاحب نے "مٹی کے چاند ستارے" میں خوابوں کی ایک دنیا آباد کر کے رکھی ہے شاید اس لیے کہ بقول بشر نواز: نیند روٹھے ہوئے لوگوں کو منا لائی ہے آنکھ کھولوں گا یہ پھر سے بکھر جائیں گے زندگی ہر پل کچھ لکھتی رہتی ہے یا ہر پل کا اندراج ہوتا رہتا ہے یہ شاید کتاب زندگی ہے "مٹی کے چاند ستارے" بقول شاعر: میں جانتا ہوں زندگی ہوتی ہے ایک کتاب اوراقِ ماہ و سال پر جس کے سدا ہمیں ہوتا ہے لکھنا ہر گھڑی ہر سانس کا حساب نیکی کسے کہیں گے بُرائی ہے کون سی "مٹی کے چاند ستارے" کی بہت ساری خوبو کے ساتھ اس کتاب میں شامل خودنوشت یا آپ بیتی بہت دلچسپ اور معلوماتی ہے اس کی وجہ قطرہ کا سمندر بننا اور حالات سے روبرو ہونے کی روداد ہے جس بھولپن سے محمد تقی صاحب نے لفظ لفظ سچ اور کھرا کھرا لکھا مجھے جعفر تھانیسری کی کتاب کا اصل نام "تواریخ عجیب" ہے یہ 'کالا پانی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت یاد اس کی وجہ یہ ہے کہ جعفر تھانیسری تقریباً اٹھارہ سال جزائر انڈیمان (Andaman Islands) میں قید رہے جو عرفِ عام میں "کالا پانی" کہلاتا تھا۔ ان کو انگریزوں نے "بغاوت" کے جرم میں 1864ء میں گرفتار کیا اور 1866ء میں جزائر انڈیمان بھیج دیا۔ واپسی پر انھوں نے وہاں کے حالات لکھے۔ کیا لکھے یہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ "بکھرے بکھرے، سہمے سہمے روز شب" بہت کچھ کہتے ہیں بہت کچھ سمجھاتے ہیں بقول شاعر: مجھے اُنچائیوں پر دیکھ کر حیران ہیں بہت لوگلیکن کسی نے میرے پاؤں کے چھالے نہیں دیکھے اس کتاب کے مضمون "بکھرے بکھرے، سہمے سہمے روز شب" میں محمد تقی صاحب لکھتے ہیں:"میں نے مارچ کی تلاش میں اورنگ آباد، لاٹون (ضلع رتناگری) پربھنی اور دہلی کی صحراء نوردی کی زندگی کے تلخ اور خوشگوار تجربات سے گزرا۔ ان تجربات نے زندگی کو سمجھنے برتنے اور گزارنے کا سلیقہ سکھایا بادِ مخالف کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخشا مشکل ترین حالات میں ثابت قدم رہنے کا گر سکھایا تقریباً 10 سال سرکاری ملازمت کی 1994ء نو میں استعفیٰ دے دیا اور عملی صحافت میں قدم رکھا یکم 1994ء میں پربھنی سے اور 2006ء میں ناندیڑ سے اردو روزنامہ "ورق تازہ" جاری کیا صحافت کو شعوری طور پر پیشہ بنایا" جب زندگی عملی میدان میں لے جاتی ہے تو سہارے نہیں ہوتے بس اللہ پر توکل اور محنت کا جنون ہوتا ہے اس مضمون میں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے... اپنے اسی مضمون میں محمد تقی صاحب اپنے ادبی مزاج اور ان کے باطنی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتے ہیں" میں کیوں لکھتا ہوں؟ کس لیے لکھتا ہوں؟ کیسے لکھتا ہوں؟ جب میرے مضامین کوئی قاری پڑھے تو یہ سوالات اس کے ذہن میں اُبھر سکتے ہیں میں کسی ادبی موضوع یا کسی خاص شخصیت پر قلم اٹھاتا ہوں تو میرے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ اپنے موضوع سے پورا پورا انصاف کر سکوں ایمانداری سے واقعات و حالات بیان کروں ان کا تجزیہ کروں میرے اندر لاوے کی طرح ابلنے والے جذبات، احساسات اور خیالات کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کے لیے لکھتا ہوں جب لکھتا ہوں تو میرے سامنے کوئی نقاد یا دانشور نہیں ہوتا بلکہ عام قاری ہوتا ہے"۔ اس خورد بین نکتہ کے ساتھ محمد تقی صاحب لکھتے ہیں جو پڑھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے آج محمد تقی صاحب مراٹھواڑہ میں اردو صحافت کی آبرو ہے لیکن ان کی عاجزی اور انکساری ملاحظہ فرمائیں:" میں دنیا میں پائے جانے والے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی طرح یہ ایک عام انسان ہوں جو زندہ رہنے کے لیے ہر لمحے جدوجہد کرتا رہتا ہے زندگیوں کو پرکھنے اور پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ میری تحریروں کو پڑھنے کے دوران وہ مزہ اتا ہے جو ایک عاشق کو اپنی معشوقہ سے وصال کے دوران آتا ہے ایک ناکام عاشق اپنی محبوبہ کی یاد میں شب فراق میں تڑپتا ہے اسے اپنی محبوبہ کی جدائی کا غم ستاتا ہے مگر وہ اس کیفیت سے باہر نکلنا نہیں چاہتا شب فراق میں تڑپنے کا لطف عاشقِ نامراد میں زندہ رہنے کی خواہش و آرزو کو جنم دیتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ میرے فن پارے شب فراق میں تڑپنے کی لذت جیسا احساس دِلاتے ہیں وصال اور فراق دونوں کو مزہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ وصال خوشی مسرت اور بے خودی سے عبارت ہے جبکہ احساس فراق اُداسی مایوسی بیزارگی اور رنج کی کیفیت ہے۔" کتاب کا ہر مضمون تجربات، مشاہدات، اپنائیت، وسعت اور گہرائی اور گیرائی لیے ہوئے ہیں اس کتاب کو پڑھتے ہوئے لگا کہ رشتوں کو سنبھالنا اور ان میں تازگی برقرار رکھنا کتنا آسان اور کتنا مشکل فن ہے۔ بقول شاعر کل میرے لفظوں میں میری جان رہے گی دُنیا یہ دیکھ گی تو حیران رہے گی۔

ورقِ تازہ کے 30 سال

ابوبکر رہبر، اورنگ آباد

اُردو صحافت کی دوسو سالہ تاریخ میں "ورقِ تازہ" کے ۲۸ رسال بھی شامل ہیں جو جہد مسلسل' پابندیٔ اشاعت' سخت کوشی' عوامی نمائندگی' ملی رہنمائی اور ادبی ولسانی خدمات سے مزین ہیں۔ "ورقِ تازہ" کی ۳۰ رسالہ کارکردگی علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار کی عملی تصویر ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
یقیں محکم' عمل پیہم' محبت فاتح عالم
جہادِ زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

یوں تو کسی سچے صحافی اور راست گو اخبار کے لیے "محبت فاتح عالم" والا معاملہ ایک جاں گسل عمل ہوتا ہے۔ لیکن محمد تقی نے اس روش کو اپنایا کہ جو ان کی خبروں یا نقطۂ نظر کی زد میں آیا یہ اسے بھی اپنے مطمحِ نظر یا اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا موقع اپنے اخبار میں دیتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی یا کچھ لوگ ناراض ہوتے رہے ہیں تو یہ ایک باضمیر اور حق گو صحافی ہونے کی عمدہ دلیل ہے۔ سب کو خوش رکھنا کسی سچے صحافی یا سچے انسان کے بس میں نہیں ہے۔ یہ کام وہ کر سکتے ہیں جو سچ کے سوا باقی سب چیزوں (عوامل) کے ساتھ ہوتے ہیں۔

"ورقِ تازہ" نے اپنے تیس سال ایسے حالات میں مکمل کئے جب ملک صحافت غیر مرئی یا نادیدہ پابندیوں کی زد میں ہے۔ نیوز چینلس اور قومی سطح کے اخبارات پر شکنجے کسے جا چکے ہیں یا انھیں برسرِ اقتدار افراد اور گروہ کی قصیدہ خوانی کے اچھے صلے مل رہے ہیں اور جو یہ کام نہیں کر رہے ہیں اُن کو دُنیا رویش کمار' پونیہ پسون واجپائی اور ابھیسار شرما کے نام سے جانتی ہے۔ ملک میں ایسے ہی کئی اور ناموں میں سے ایک نام محمد تقی کا بھی ہے جو قلم بدست بھی ہے اور سر بکف بھی۔ مختار مسعود نے سفر نصیب میں کسی شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ "وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر بڑے بڑے جرائم کیا کرتا تھا۔ سر ابھی تک قائم ہے اور ہتھیلی غائب' قدرت نے اسے قطع ید کی سزا خود دے دی، اب وہ ہر طرح کی قید سے آزاد ہے۔"

محمد تقی کا سر اور ہاتھ ہر طرح کے جرائم کے خلاف لکھنے کے باوجود ابھی تک قائم ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قادرِ مطلق کی حفاظت میں سچ کا علم تھامے ہوئے اپنے قلم کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ ایسے ہی قلم برادروں اور قلم کے بارے میں رب العالمین نے سورۂ القلم میں فرمایا ہے۔ "والقلم وما یسطرون" "قسم ہے قلم کی اور اس سے لکھے ہوئے کی"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چار الگ الگ پہلو مراد لئے ہیں، ان میں ایک پہلو قلم اور قلم سے انسانوں کا لکھا ہوا بھی مراد ہے۔ اس میں جلیل القدر علماء کرام کی تفاسیر' کتب احادیث' فقہ اور کتب سیرت النبی ﷺ اور صحابہ' تابعین' تبع تابعین پر لکھا ہوا یا اُن کا لکھا ہوا تو مراد ہے ہی لیکن ایسے نثر پارے بھی مراد ہیں جو انسانوں کی رُشد و ہدایت کے موجب بنے ہیں۔ ان ہی میں ایسے صحافی بھی شامل ہیں جن کی تحریریں انسانوں کے لئے مشتعلِ راہ ہیں۔ جن میں مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک، ملک نصر اللہ خان عزیز، شورش کاشمیری، مولانا ماہر القادری، نعیم صدیقی، مولانا عثمان فارقلیط اور مولانا عامر عثمانی وغیرہ شامل ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں ناندیڑ کا نمایاں ترین نام م۔ خ۔ شاذلی ہے جن کے نقش قدم پر محمد تقی اور ان کا اخبار رواں دواں ہے۔

محمد تقی نے ۱۹۸۲ء میں مرہٹواڑہ کالج آف ایجوکیشن اورنگ آباد سے بی۔ ایڈ کیا۔ یہ اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ نئے نئے نوجوان' نوجوان تو وہ اب بھی ہیں۔ اس وقت شہر خجستہ بنیاد اورنگ آباد میں صحافت سے ان کی راہ و رسم ہوئی تھی۔ صحافت کا پہلا چسکا انھیں اورنگ آباد ہی میں لگا۔ اپنی طالب علمی کے دوران یہ جز وقتی طور پر اورنگ آباد ٹائمز میں خبروں کے ترجمہ کا کام کیا کرتے تھے۔ ان دنوں ایسے ہی افراد میں اورنگ آباد ٹائمز میں پروفیسر مجید بیدار، ڈاکٹر احمد ریاض اور عبدالرشید قادری وغیرہ بھی تھے۔ یہ اورنگ آباد ٹائمز کا صحافت کے علاوہ شہر میں زیر تعلیم طلباء کو ایک طرح کا سہارا ہوتا تھا۔ یہ عزیز خسرو کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو انھوں نے ایسے ہونہار طلباء کا اپنے اخبار میں ہمیشہ استقبال کیا ہے۔ وہ کسی کو کیا دیتے تھے یہ تو اللہ ہی بہتر جانے لیکن اس طرح کے جز وقتی مترجمین اور ان میں شامل طلباء ان سے خوش ہی رہتے تھے۔ ایسے ہی میں طلباء میں سید رضوان اللہ اور پروفیسر شکیل احمد خان بھی شامل ہیں۔ ایسے ہی مترجمین میں ایک اہم نام عبدالحنان جنتوری کا بھی ہے۔ بہرحال محمد تقی کی صحافت کی پہلی درس گاہ اورنگ آباد ٹائمز ہے۔ یہاں قمر اقبال' عارف شیخ' باسط محسن' سعید زیدی وغیرہ کی صحبت میں انہوں نے کام کیا۔ اخباری دُنیا کی یہی تربیت یہی صحبتیں انھیں بعد میں "ورقِ تازہ" کو روزنامہ کی شکل میں نکالنے میں کام آئیں۔ بی ایڈ کرنے کے بعد محمد تقی کو پربھنی کے ڈاکٹر ذاکر حسین ڈی ایڈ کالج پربھنی میں ملازمت مل گئی اور بحیثیت معلم انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ محمد تقی ایک ستھرے اور تربیت یافتہ ادبی ذہن کے حامل فرد تھے۔ اس لئے پربھنی کے ادبی حلقوں میں ان کا آنا جانا' اُٹھنا بیٹھنا بھی تھا۔ پربھنی کے ادیبوں اور شعراء نے طئے کیا کہ ایک سہ ماہی ادبی جریدہ جاری کیا جائے۔ اس کا نام "ورقِ تازہ" طئے ہوا۔ اس کی ادارت مشہور و بزرگ افسانہ نگار ابراہیم اختر کے ذمہ کی گئی اور محمد تقی کو اس کا مینیجنگ ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ ۴ رشماروں کے بعد اس ادبی جریدہ نے دم توڑ دیا اور اس کے بے جان و بے گور و کفن وجود کو نوجوان محمد تقی نے گلے سے لگایا اور اسے نئی زندگی دینے کی ٹھانی۔ انھوں نے اس کی زندگی کے سامان کئے اور یکم مئی ۱۹۹۴ء کو محمد تقی کی ادارت میں روزنامہ ورقِ تازہ شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کا نام ایڈیشن ۲۲ رمارچ ۲۰۰۶ء میں جاری ہوا۔ فی الحال ورقِ تازہ کا ناندیڑ ایڈیشنل محمد تقی کی ادارت میں جاری ہے۔ محمد تقی کے فرزند دلبند اس کی ادارت کی ذمہ داری بحسن و خوبی نبھا رہے ہیں۔ اورنگ آباد سے محمد نذیر الدین اثر فاروقی کی ادارت میں نکلنے والا ہفت روزہ "قومی محاذ" بعد میں ماہنامہ اور بعد ازاں سہ ماہی ادبی جریدہ ہوگیا تھا۔ اس طرح ہم نے کسی اخبار کو سہ ماہی ادبی جریدہ تو ہوتے دیکھا تھا اور بھی اس طرح کے بعض ہفت روزہ اخبارات تھے جو بعد میں ادبی مجلہ یا سہ ماہی ادبی جریدے ہوگئے تھے۔ ان ہی میں سے ایک قاضی مشیر کا "ملی مشاورت" بھی تھا۔ لیکن کسی سہ ماہی ادبی جریدے کے روزنامہ ہونے کی واحد مثال "ورقِ تازہ" ہے۔ ورقِ تازہ بھی اسی زمانہ کی پیداوار ہے جس زمانے میں معروف صحافی اور افسانہ نگار ساجد رشید نے "نیا ورق" شروع کیا تھا۔ ورقِ تازہ اور نیا ورق میں مشترکہ خوبی یہ ہے کہ اب انھیں نئی نسل نے سنبھال لیا ہے۔ ورقِ تازہ کو محمد تقی نے اور نیا ورق کو شاداب رشید نے اب ان دونوں ورقوں میں اپنا اپنا نیا پن اور تازگی تو ہے ہی لیکن نئی نسل کی نئی سوچ و فکر' نئی تراکیب' نئے عہد کے نئے تقاضے اور ادب و صحافت کے نئے ذرائع نئی بستیاں اب ان کی راہ تک رہی ہیں۔ دیکھئے اب نئی نسل اسے کہاں تک پہنچاتی ہے۔

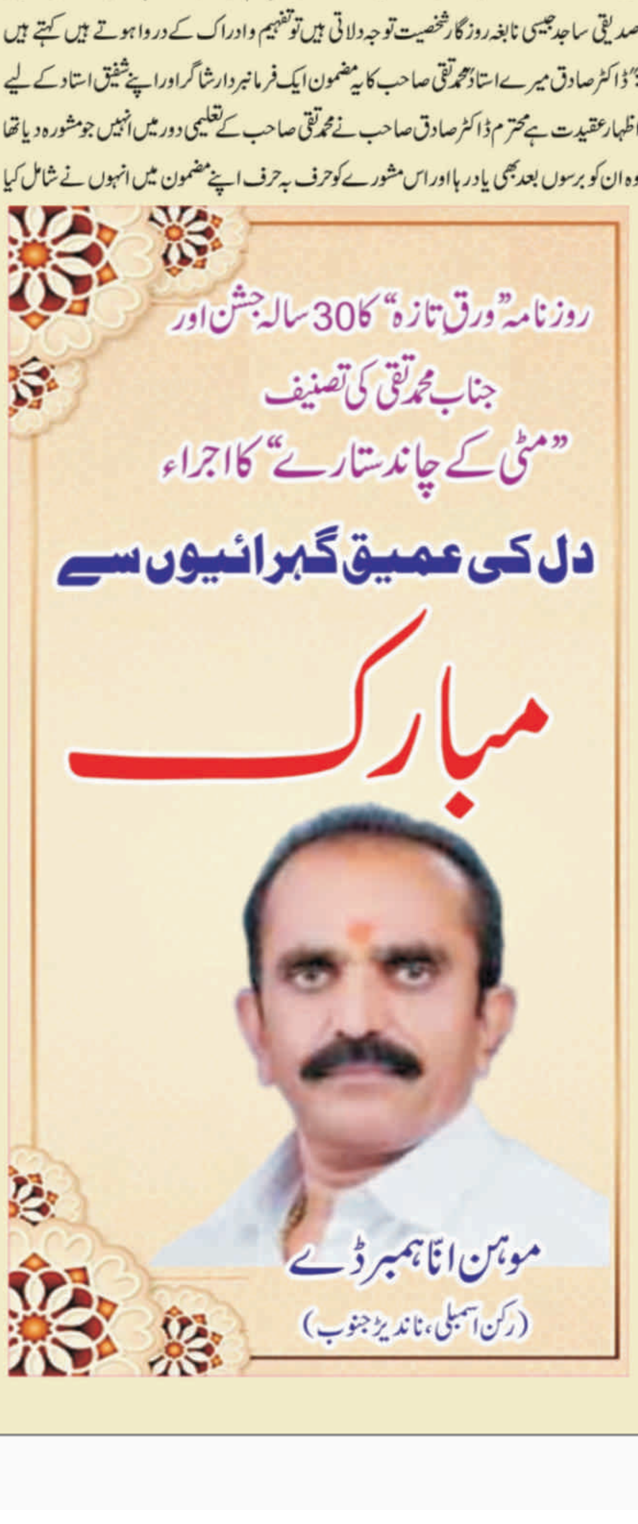

مٹی کے چاند ستارے، میری نظر میں

ارتکاز افضل
اورنگ آباد

گزشتہ چند برسوں میں مرہٹواڑہ کی ادبی و صحافتی سرگرمیوں میں ایک واضح اور مثبت تبدیلی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں اور اس تبدیلی کا سہرہ ان ادبی اور ثقافتی انجمنوں کے سر ہے جو زبان وادب کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں ان میں وارثانِ حرف وقلم، عالمگیر ادب، اورنگ ادب، بزمِ تطہیر ادب، اہلِ قلم وغیرہ جیسی انجمنیں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ ان انجمنوں کی سرپرستی میں نوجوان طلبا وطالبات اور شعراء وادیبوں کی تربیت کا کام بحسن وخوبی انجام پارہاہے۔ اورنگ آباد کے علاوہ ناندیڑ، پربھنی، بیڑ، جالنہ وغیرہ میں بھی مختلف ثقافتی اور سماجی انجمنیں سرگرم عمل ہیں۔ حال ہی میں تحتانوی اور ثانوی اساتذہ کی ہمت افزائی کے لئے ایوارڈ کی بنیاد رکھی گئی۔ میری دانست میں یہ انجمنیں اور ان سے متعلق اراکین جس خلوص اور پائیداری کے ساتھ زبان وادب کی خدمت کررہے ہیں وہ لائقِ تحسین ہے۔ اورنگ آباد اور ناندیڑ مرہٹواڑہ کے دوایسے شہر ہیں جن کے مابین دیرینہ ثقافتی تعلق رہا ہے۔ اختر الزماں ناصرؔ، جاوید ناصرؔ، قمرؔ اقبال اور رفعتؔ نواز ایک طویل عرصہ تک ناندیڑ میں مقیم رہے اور وہاں کے شعراء اور ادیبوں سے ان کے گہرے مراسم رہے ہیں۔ مرحوم فہیمؔ احمد صدیقی ہوں، انیس قمرؔ ہوں یا یونس فہمیؔ۔ پھر محمود سحرؔ وغیرہ جیسے لوگ ان کے ساتھ ان حضرات کے روزمرہ کے مراسم تھے۔ ناندیڑ کی ادبی فضا کو ہموار کرنے میں مرحوم فہیمؔ احمد صدیقی کے ساتھ ایڈوکیٹ بہاء الدین کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ اور اسی کے ساتھ ادارہ مدینۃ العلوم کے اربابِ مجاز بھی زبان وادب، ثقافت اور معاشرے کی خدمت میں پیش پیش رہے ہیں۔ محمد تقیؔ ایک طویل عرصے سے ناندیڑ میں مقیم ہیں اور ناندیڑ سے ''ورق تازہ'' جیسا اہم روزنامہ شائع کرتے ہیں۔ لیکن محمد تقیؔ ایک طویل عرصے تک اورنگ آباد میں بھی مقیم رہے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی صحافتی تربیت میں اورنگ آباد نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اورنگ آباد کے بیشتر ادیب وشعراء سے بشمول راقم الحروف موصوف کے دیرینہ مراسم رہے ہیں۔ محمد تقی بنیادی طور پر ایک نیک طینت، صاف گو اور سادہ لوح انسان ہیں اور اردو تہذیب کے پروردہ بھی۔ لہٰذا جس استقلال اور ہمت کے ساتھ انھوں نے صحافت کا مورچہ سنبھال رکھا ہے وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ مجھے بے حد مسرت ہے کہ مختلف دورانیوں میں لکھے گئے مضامین کو موصوف کتابی شکل دے رہے ہیں۔ ''مٹی کے چاند ستارے'' ان کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مشمولات پر نظر ڈالیں تو بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تبصروں اور ادب کے ساتھ ساتھ اس میں وہ نگارشات بھی شامل ہیں جو کسی موقع محل کی مناسبت سے سپرد قلم کی گئی تھیں۔ پروفیسر یونس فہمیؔ، پروفیسر نوراللہ خان، ڈاکٹر فہیمؔ الدین صدیقی، انیس الحق قمرؔ ناندیڑ کی وہ شخصیات ہیں جن کے ذکر کے بغیر ناندیڑ کی معاشرتی اور تہذیبی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ ان حضرات نے ناندیڑ کی تعلیمی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی زندگی پر گہرے نقوش مرتب کئے ہیں۔ یہ امر میرے لیے باعث مسرت و انبساط ہے کہ صحافتی تحریروں کے ساتھ ہی محمد تقیؔ نے مختصر لیکن جامع انداز میں شعراء اور ادیبوں پر بھی تبصرے کئے ہیں۔ ان میں کچھ شعراء ایسے ہیں جوان کی اپنی پسند اور ترجیحات کے غماز ہیں مثلاً ساحرؔ، ندا فاضلی، سہیلؔ رضوی اور کچھ ایسے جن کی تحریروں یا نگارشات نے ان کے ادبی ذوق کی تربیت کی۔ مثلاً ڈاکٹر صادقؔ، بشر نوازؔ، فہیمؔ احمد صدیقی، عارف خورشیدؔ وغیرہ۔ ان مضامین سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اورنگ آباد اور ناندیڑ کے شعراء کے مابین ایک ربط ہے اور یہی وہ ربط ہے جو محمد تقیؔ کے ادبی ذوق کی تربیت کا اہم عنصر رہا ہے۔ اس کتاب کی ابتدا ایک دلچسپ عنوان سے ہوتی ہے ''بکھرے بکھرے سہمے سہمے روز وشب'' اسے ہم بالفاظ دیگر سوانحی روداد بھی کہہ سکتے ہیں۔ تلاش معاش نے انھیں مختلف مقامات پر بھٹکایا۔ اورنگ آباد، رتنا گری، پربھنی، دہلی لیکن تلاشِ معاش کی صعوبتوں نے ان کے حوصلے اور ارادے کو مزید مستحکم کیا وہ خود لکھتے ہیں کہ ''ان تجربات نے زندگی کو سمجھنے، برتنے اور گزارنے کا سلیقہ دیا۔ بادِ مخالف سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخشا۔ مشکل ترین حالات میں ثابت قدم رہنے کا گر سکھایا۔'' پھر یہ امر بھی قابلِ ستائش ہے کہ ان کا مخاطب ہمیشہ ایک عام قاری رہا ہے۔ اس مجموعے میں تنقیدی، تاثراتی اور تحقیقی مضامین شامل ہیں جو گزشتہ تیس برسوں میں لکھے گئے ہیں اور اخبارات ورسائل میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ 'فیض کی رومانوی عصری حسیت' سے بحث کرتے ہوئے وہ نہ صرف ان اشعار کا حوالہ دیتے ہیں جو فیض کی شاعری کی شناخت ہے بلکہ ان کے تاریخی تسلسل، ترقی پسند تحریک کے پس منظر کو بھی اچھی طرح واضح کیا گیا ہے۔ فیض بلاشبہ ہمارے عصر کا سب سے بڑا نام ہے اور فیض کی نظموں، غزلوں اور قطعات میں نہ صرف اردو کی کلاسیکی روایت سانسیں لیتی ہے بلکہ اس کی توسیع کے امکانات بھی روشن کرتی ہے۔ محمد تقیؔ فیضؔ کے تعلق سے لکھتے ہیں: ''ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے سیاسی مسائل کو بھی رومانوی حسیت عطا کر دی اور اس کی توضیح بیان کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ: ''فیض طبعاً انقلاب پسند لیکن مزاجاً رومان پرور تھے'' یہ عبارت اس بات کی غماز ہے کہ مصنف نے نہ صرف فیضؔ کی شاعری کو انگیز کیا بلکہ اس روایت سے بھی پوری طرح واقف ہیں جس کے حسین امتزاج نے فیضؔ کے شعری لہجے کو ڈھالا اور یہ نکتہ اسی وقت بیان ہوسکتا ہے جب کوئی ادب کا سنجیدہ قاری پوری دیانت داری کے ساتھ شعر کی تفہیم پر بھی قدرت رکھتا ہو اور شعری روایتوں کے تسلسل سے بھی واقف ہو، اسی طرح ساحرؔ لدھیانوی، بشرؔ نواز، ندؔا فاضلی اور ڈاکٹر صادق پر لکھے ہوئے مضامین بھی ان کے تربیت یافتہ ذوق اور اردو عبارت پر ان کی مضبوط گرفت کے عکاس ہیں۔ محمد تقیؔ نے ساحرؔ کو بجا طور پر عاشق مزاج اور حسن پرست انسان کہا ہے۔ ساحرؔ دراصل اپنے عہد کا وہ شاعر ہے جو حلقۂ احباب کے علاوہ عوام میں بھی مقبول ہو چکا تھا۔ نظموں، غزلوں اور فلمی گیتوں کے علاوہ ساحرؔ کی اپنی ذاتی زندگی بھی رومان پرور رہی ہے۔ اسی طرح بشرؔ نواز پر لکھے مضمون ''تنقیدی، زاویے اور بشرؔ نواز کا شعری رویہ'' ایک مربوط اور جامع مضمون ہے جس میں بشرؔ نواز کی شعری جمالیات اور ان کے رومانوی اشتعال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بشرؔ نواز کے تعلق سے وہ کہتے ہیں کہ ''شاعر نے اپنے جذبات، احساسات، تجربات اور کرب کو شعروں کی شکل میں ڈھالا ہے۔'' رائیگاں کی مختلف نظموں کے حوالوں سے بشرؔ نواز کے ان شعری امتیازات کو بھی تلاش کیا ہے جو انھیں اپنے معاصرین سے ممتاز کرتے ہیں۔ ندؔا فاضلی پر ان کا لکھا مضمون گو کہ مختصر ہے لیکن ان تمام اہم نکات کی توضیح بیان کر دی گئی ہے جن کا تعلق ان کے سوانحی معاملات اور شعری متعلقات سے ہے۔ اس انتخاب میں اور بھی ایسے مضامین ہیں جو عبارت اور اشارت کی عمدہ مثالوں کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔ فہیمؔ احمد صدیقی کے علاوہ، غفار راہیؔ، میر ترابؔ علی، سلیم محی الدین، ابراہیم اشکؔ اور بالخصوص فیروز پر لکھا ہوا طویل مضمون دعا پر منتشر قابل ذکر مضامین ہیں۔ ان مضامین کی تہہ میں محمد تقی کی معاشرتی وابستگی بھی ہے اور اپنے پیش رو اساتذہ اور بزرگ شعراء کے لیے احترام بھی ہے اور اپنی ہی نسل کے معاصرین کے ساتھ والہانہ تعلق بھی، ایک صحافی، شستہ اور شائستہ نثر نگار اور ایک مہذب انسان محمد تقیؔ کے مضامین میں سانس لیتے ہوئے نظر آتا ہے۔ دراصل محمد تقی نے نہ صرف مختلف شعراء کی تخلیقات کا بغور مطالعہ کیا بلکہ ان کے سوانحی کوائف سے بھی واقف ہیں اور ان تاریخی حقائق سے بھی جوان شعراء کے معاشرتی پس منظر کو اجاگر کرتے ہیں۔ محمد تقیؔ کی اس کتاب میں ایک تربیت یافتہ اور شائستہ ادب کا قاری جابہ جا جلوہ گر ہے۔ موصوف نے جس دیانت داری سے اپنے صحافتی منصب کو نبھایا ہے اسی خوبی سے یہ مضامین بھی تحریر کئے ہیں۔ یہ مضامین ان کے نہ صرف ایک اچھے قاری ہونے پر دلالت کرتے ہیں بلکہ اس امکان کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ وہ اگر مسلسل لکھتے رہیں تو ایک اچھے ناقد اور تبصرہ نگار بھی ہوسکتے ہیں۔ میں اس کتاب کی اشاعت کے لئے انھیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان کے قلم کو مزید توانائی اور رفتار حاصل ہو:

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

''مٹی کے چاند ستارے''

ریحانہ بیگم
9326381964

محمد تقی صاحب سے میری ملاقات سن 2017 اورنگ آباد میں منعقد ایک سیمینار میں ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی کے توسط سے ہوئی۔ میں انہیں ایک صحافی کی حیثیت سے جانتی تھی۔ صحافی کا کام حالات حاضرہ، سیاست، ثقافت اور دیگر موضوعات پر معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ صحافی کے لیے جن خوبیوں کا ہونا لازمی ہے ان میں تنقیدی سوچ، تجزیہ کرنے کی صلاحیت اور معروضی نقطہ نظر کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ بات واضح مربوط اور دلچسپ انداز میں بیان کرے۔ اور عبارت کی یہی خوبی محمد تقی صاحب کی نثر میں موجود ہے۔ ان کی کتاب ''مٹی کے چاند ستارے'' کے مطالعہ سے محمد تقی کی اردو زبان و ادب سے گہری وابستگی، شاعری سے لگاو اور سنجیدہ ذوق کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ اسلم مرزا نے لکھا ہے اس پیش لفظ میں اسلم مرزا نے ان تمام 26 مضامین کا اصل مدعا پیش کر دیا ہے۔ جن فنکاروں پر تقی صاحب نے اپنے خیالات تاثرات یا فن پارے پر تنقید و تجزیہ صفحہ قرطاس پر اتارا ہے ان مضامین میں خود تقی صاحب کی زندگی کے معمولات، سیاسی حالات، مختلف علاقوں کے ادبی حلقوں سے آپ کی وابستگی، ادیب وشعراء سے گہرے مراسم، مختلف پروگراموں میں شرکت اور مباحث کی روداد، ادبی تحریکوں اور فنکار کی فنی خوبیوں کی تفصیلات موجود ہیں۔ اسلم مرزا لکھتے ہیں کہ،

''یہ تمام مضامین پڑھتے ہوئے مجھے محمد تقی کی تنقیدی بصیرت اور تصورات کا بخوبی اندازہ ہوا انہوں نے اپنے طویل ادبی سفر میں یہ بات بخوبی سمجھ لی ہے کہ تنقید نگاری ایک سنجیدہ معیاری اور ذمہ دارانہ عمل ہے اس میں پرخار راہوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے موصوف چونکہ ایک تخلیق فنکار ہے اس لیے وہ تخلیق کی فنی نزاکتوں اور گہرائیوں تک پہنچنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔''

تنقید و تحقیق اس کتاب میں کے زمرے میں فیضؔ احمد فیض، ساحرؔ لدھیانوی، بشرؔ نواز، ندؔا فاضلی، شامل ہیں۔ ان شعراء کی شعری جمالیات، امتیازات، سوانحی حالات کا جائزہ سماجی، سیاسی ومعاشرتی پس منظر کے حوالے سے لیا گیا ہے۔ یہ مضامین تقی صاحب کے ادبی ذوق اور ایک سنجیدہ وہ شائستہ ادب کے قاری ہونے کی دلیل ہے۔ ''فیض: رومانوی عصری حسیت کا شاعر'' اس مضمون میں فیضؔ کے متعلق لکھتے ہیں،

''عصری زندگی کی تلخیاں، محرومیاں، ناکامیاں، غم جاناں کو غم دوراں اور غم دوراں کو غم جاناں بنا دیتی ہے اور اسی نفسیاتی عمل سے فیض بھی گزرے ہیں ان کے یہاں داخلی محرکات اور خارجی اثرات کے اظہار میں سلیقہ پایا جاتا ہے۔''

تنقیدی زاویے اور بشرؔ نواز کا شعری رویہ میں بشرؔ نواز کی شاعری کو ''خوبصورت طرح دار شاعری'' کہتے ہیں۔ ''آنکھ اور خواب کے درمیان کا شاعر: ندؔا فاضلی'' کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ ''انہوں نے زندگی کی کڑوی اور میٹھی سچائیوں کو بڑی دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ اپنے شعروں میں ڈھالا ہے۔'' مجتبیٰ حسین کے انتقال پر تعزیتی مضمون میں ان کے سوانحی حالات، ادبی مرتبہ وہ مقام اور پولیس ایکشن کے حالات بیان کیے ہیں۔ تقی صاحب کا اولین پیشہ چونکہ درس وتدریس رہا اسی لیے ادیب وشعرا سے خاص روابط رہے مراٹھواڑا کی معتبر شخصیات ڈاکٹر صادقؔ (استادِ محترم محمد تقی) حنیف ترین، حضرت عبدالواحد صاحب، جاویدؔ ناصر، سہیلؔ رضوی، فہیمؔ احمد صدیقی، غفار راہیؔ، میر ترابؔ علی، عبدالقدیر طاہر، فیروز رشید، طب محمد علی سحرؔ شامل ہیں۔ ان مضامین میں خود محمد تقی کی زندگی کے مختلف پہلو بھی عیاں ہوتے ہیں۔ درس وتدریس سے منسلک ہونا اور پھر صحافت سے جڑنے کا تذکرہ کالج کے زمانے کی حسین یادیں، مختلف پروگراموں یا محفلوں میں شرکت کی روداد اس وقت کے سیاسی حالات وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات یہ وضاحت طویل بھی ہوجاتی ہے جیسے مضمون، انداز بیاں اور، ایڈوکیٹ بہاء الدین (ناندیڑ) کی کتاب، ''گویا یہ بھی میرے دل میں ہے''، مراٹھی سے ترجمہ پر تبصرہ ہے لیکن اس مضمون کے درمیان ازبک زبان اور اس زبان کے بانی علی شیر نوائی کا تذکرہ پھر روس میں ازبکستان کی شمولیت، ازبک زبان کا رسم الخط پر تفصیل سے لکھا گیا ہے کچھ دیر کے لیے قاری اصل متن سے کٹ جاتا ہے لیکن وضاحت کے بعد وہ اپنا مضمون آگے بڑھاتے ہیں اور قاری اس مضمون کے توسط سے عالمی تناظر میں پیش آنے والے حالات سے نہ صرف آگاہ ہوتا ہے بلکہ زبان کی ترقی میں علاقائی زبانوں کے ترجمے کی ضرورت اور اہمیت سے بھی واقف ہوتا ہے۔ ایک طرف محمد تقی کو مردِ مجاہد پروفیسر نور اللہ خان میں ان کے سیاسی سماجی کاموں کے سبب حسرت موہانی کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ تو دوسری طرف رشید انجینئر کو مراٹھوڑا کے سر سید ثانی قرار دیتے ہیں جو کئی تعلیمی اور مذہبی اداروں میں برسرکار رہے اور سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ عوامی فلاح و بہبود کے کام انجام دیے یہ ایسے ارباب مجاز ہیں جس نے کئی صعوبتیں جھیلیں اور جو بیج بویا وہ آج تناور درخت بن گئے۔ کہیں کہیں تحریریں افسانوی روپ میں ڈھل جاتی ہے، جیسے تبصرہ نہیں افسانہ پڑھ رہے ہو کیونکہ محمد تقی افسانہ نگاری کے فن سے بخوبی واقف ہیں اسی لیے ان کے تحقیقی اور تنقیدی مضامین میں بھی افسانوی رنگ غالب نظر آتا ہے عبارت سادہ لیکن برمحل اشعار کے استعمال سے نثر میں شعری حسن، معنویت اور گہرائی پیدا ہوگئی ہے تحریر کی خوبصورتی اور بیان کی روانی آپ کے مطالعہ محنت اور علمی صلاحیتوں کے عکاس ہیں امید کے یہ کتاب قارئین کو بے حد پسند آئے گی۔

ہر دن ہو تیرا لطف زباں اور زیادہ

سوشل میڈیا اور اُردو اخبارات

پروفیسر رفیع الدین ناصر
مولانا آزاد کالج، اورنگ آباد

کچھ عرصہ قبل تک اخبارات کو ذرائع ابلاغ کا طاقتور ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اخبار میں چھپی خبر انقلاب برپا کر دیتی تھی پھر ٹیلی ویژن کا دور آیا تو یوں مانا جانے لگا کہ اب پرنٹ میڈیا کا دور ختم ہوجائے گا اور ٹی وی کا دور شروع ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیلی ویژن نے انسانوں کے ذہنوں پر راج کیا، تیزی سے خبریں پہنچائیں، لوگوں نے اس پر اعتماد کرنا شروع کیا لیکن جب سے paid news کا دور آیا تب سے ٹیلی ویژن پر سے اعتماد ختم ہوگیا۔ لیکن ان حالات میں پرنٹ میڈیا کی اہمیت برقرار رہی اور اہمیت اب بھی برقرار ہے۔ صبح جب اخبار ہاتھ میں آتا ہے تو اس کی ورق گردانی کے دوران جو بھینی بھینی خوشبو محسوس ہوتی ہے اُس سے ایک عجیب سرور چھا جاتا ہے۔ اخبار کی تمام خبریں، اُن پر تاثرات، اداریہ، مضامین اور دیگر کالم پڑھتے رہنے سے طبیعت میں تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوتا بلکہ بعض مضامین تو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ پرنٹ میڈیا بہت متاثر ہوا ہے۔ ذرائع ابلاغ اب صرف ٹی وی، ریڈیو تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ اب سوشل میڈیا زیادہ اثر انداز ہونے لگا ہے۔ الیکٹرانک کے اس دور میں سوشل میڈیا نے ایک وبائی شکل اختیار کرلی اور ذرائع ابلاغ کی دنیا پر راج کرنا شروع کیا۔ اس سے پرنٹ میڈیا نے اپنے وجود کے لئے خطرے کی گھنٹی محسوس کی لیکن جب یہ پرنٹ میڈیا سوشل میڈیا سے ہم آہنگ ہوا تو یہ اس نے نہ صرف اپنی شناخت برقرار رکھی بلکہ نئی آب و تاب کے ساتھ پہلے سے زیادہ قارئین تک رسائی حاصل کی۔ سوشل میڈیا دراصل انٹرنیٹ کی وہ دنیا ہے جس میں سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس، فیس بک، ٹوئٹر، یوٹیوب، بلاگ، پورٹل، واٹس اپ وغیرہ شامل ہیں۔ واٹس اپ یہ پیغام رسانی کا سب سے تیز و عام فہم وسیلہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کو ہر کوئی آسانی سے استعمال کرسکتا ہے۔ اس کے توسط سے حاصل ہونے والی خبروں کو مستند مانا جاتا تھا لیکن اس کے غلط استعمال نے اسے بدنام بھی کردیا اور سنجیدہ آدمی کی دسترس سے دور کردیا۔ واٹس اپ گروپ نے سماجی رابطہ کا اہم فریض انجام دیا۔ علمی و ادبی معلومات کا تبادلہ بہت فائدہ مند ثابت ہورہا ہے۔ اس سے اردو کی ترویج وترقی کا کام آسانی سے لیا جارہا ہے۔ بہت سے گروپ اس سلسلہ میں بہت اہم کام انجام دے رہے ہیں۔ اس کے توسط سے اردو اخبارات کو بہت آسانی سے خبریں فراہم ہورہی ہیں۔ اردو اخبارات کو خبریں حاصل کرنے کے لئے بہت تگ و دو کرنا پڑتا تھا، ٹیلی پرنٹر اور دیگر ذرائع مثلاً ریڈیو اور یو این آئی پر انحصار کر کے خبریں حاصل کر کے اُس کی کتابت کر کے، پروف ریڈ کر کے اشاعت کے مراحل سے گذار کر اپنے قارئین تک پہنچانا پڑتا تھا۔ ان قارئین کی تعداد محدود ہوتی تھی اور اتنی ہی مقدار میں اخبار چھپتا تھا لیکن سوشل میڈیا کی مدد سے اردو اخبارات کی اب وسعت بہت وسیع ہوگئی۔ خبریں آسانی سے حاصل ہوجاتی ہیں۔ کاپی پیسٹ ہوکر آسانی سے پیج سیٹ ہوجاتا ہے اور علی الصبح اخبار قارئین کے موبائل پر آجاتا ہے جبکہ پرنٹ کاپیاں الگ چھپ کر پڑھنے والوں تک پہنچتی ہیں۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے نہ صرف اردو اخبارات بلکہ پورے اردو پرنٹ میڈیا کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اردو پرنٹ میڈیا نے موجودہ سائنسی ایجادات سے ہم آہنگ ہوکر اردو زبان کی ترویج وتعمیر میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ آپ تصور کیجئے چند سال قبل تک روزنامہ ''ورق تازہ'' ناندیڑ کے ریڈرس کی تعداد کتنی تھی؟ اس کا دائرہ کتنا تھا؟ کتنے علاقوں کے لوگ واقف تھے؟ اور اب ''ورق تازہ'' کا مقام چیک کیجئے، آج جب یہ پیپر سیٹ ہوکر سوشل میڈیا کی توسط سے موبائل پر آجاتا ہے تو ہم نے مکہ، مدینہ منورہ، جاپان وغیرہ میں اس کا مطالعہ کیا اور اپنے علاقے کی خبروں سے واقفیت حاصل کی۔ علی الصبح اس اخبار کو اورنگ آباد، جالنہ، بیڑ، حیدرآباد جیسے شہروں میں حاصل کرنا ناممکن تھا لیکن اب دنیا کے کونے کونے میں لوگ اس کا صبح صبح مطالعہ کرتے ہیں۔ اس سے اس اخبار کے ریڈرس کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ یہی حال تمام اردو اخبارات کا ہے۔ اردو قاری کو اپنا من پسند اخبار دن کے کسی بھی گوشہ میں صرف ایک کلک پر مل جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے اور بھی کئی فائدے ہوئے ہیں۔ اس پلیٹ فارم کی مدد سے کئی اردو اخبارات کا وجود ہوا جو صرف سوشل میڈیا کے توسط سے ہی اپنا کاروبار چلاتے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ سوشل میڈیا نے اردو کی جانکاری والوں کو روزگار کے کئی دروازے کھول دیئے ہیں۔ اب مسئلہ صرف اس بات کا ہے کہ ع

جو بڑھ کے تھام لے مینا اُسی کا ہے

اردو پرنٹ میڈیا میں کئی رسائل اور جرائد بھی شامل ہیں۔ ایک پاپولر سائنس ایڈیٹر کا کہنا ہے کہ دو سال پہلے تک اُن کا سائنس میگزین محدود تعداد میں چھپتا تھا اور ایک محدود حلقہ اُس کا مطالعہ کرتا تھا، اب اُن کا کہنا ہے کہ پچھلے سال ہم نے اس کی سافٹ کاپی سوشل میڈیا کے توسط سے لانچ کی تب سے اب تک اس کے ریڈرس کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ دنیا کے مختلف ممالک اس کے ریڈرس بن گئے اور وہاں سے تاثرات بھی آنے لگے۔ اس کی وجہ سے میگزین کا معیار بلند ہوگیا اور مواد بھی تبدیل ہوگیا۔ سوشل میڈیا نے جہاں ایڈیٹرس اور اخبارات کے مالکان کے ذہنوں کو بدلا وہیں پر قارئین کے ذہنوں پر بھی اثر ڈالا۔ چنانچہ حالاتِ حاضرہ کے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر کئی اخبار مالکان نے سوشل میڈیا پر اپنے اپنے متوازی چینلس شروع کئے، جس کے توسط سے وہ خالصتاً اردو زبان میں اپنے قاری تک ویڈیو نیوز فوری پہنچاتے ہیں۔ کئی مدیران نے آن لائن خبروں کا سلسلہ ۲۴ر گھنٹے کے لئے شروع کیا۔ اس کی بہت عمدہ اور کامیاب مثال ناندیڑ کے ''ورق تازہ آن لائن نیوز'' گروپ کی ہے۔ یہ گروپ واٹس اپ کی توسط سے وہ معیاری، مقامی، علاقائی، صوبائی، قومی بین الاقوامی خبریں بہم پہنچاتا ہے جو کسی اخبار میں پڑھنے کے لئے نہیں ملتی۔ یہی نہیں بلکہ سوشل میڈیا کے توسط سے سائنسی خبریں حفظان صحت کی معلومات، جدید تحقیقات کی اطلاع فوری مستند اور آسانی سے اردو قاری تک پہنچ جاتی ہے۔ اردو میں خبر رسانی کے ان کاموں کے لئے کئی نوجوانوں کو بہترین روزگار فراہم کئے۔ واٹس اپ، ٹویٹر، فیس بک، یوٹیوب، بلاگ، اردو نیوز، پورٹل کے علاوہ دیگر پلیٹ فارمس کو ہینڈل کرنے کے لئے اردو ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ کمپیوٹر کے استعمال کے ساتھ ڈی ٹی پی اور کچھ حد تک سوشل میڈیا کو استعمال کرنے کا ہنر جانتے ہوں تو آپ ماہانہ لاکھوں روپئے کی کمائی کرسکتے ہیں۔ کنٹینٹ رائٹنگ اور کانٹیسٹ رائٹنگ کے لکھنے والوں کی آج بہت ضرورت ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا نے نہ صرف اردو اخبارات بلکہ اردو پرنٹ میڈیا کے تمام ذرائع کو بڑھانے، پھیلانے میں بہت مدد کی ہے۔ اس سے ہم آہنگ ہونا وقت کی بہت اہم ضرورت ہے۔ اردو اخبارات کے ریڈرس کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے اُن کو ملنے والے اشتہارات میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کے قطعہ نظر سوشل میڈیا تجارتی، پیشہ وارانہ اور ذاتی برینڈ سازی کی تشہیر کے لئے بہت سستا اور آسان ہے۔ یہ حوصلہ بخش ہے۔ تعلیم، رہنمائی، روزگار، کاروبار کے ذرائع کے طور پر بھی یہ بہت کارگر ہے۔ سوشل میڈیا کے رولز ہر کسی کے لئے کھلے ہیں یعنی آپ با آسانی استعمال کرسکتے ہیں۔ ایک عام کمپیوٹر اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والا شخص سوشل میڈیا کا با آسانی استعمال کرسکتا ہے۔ چنانچہ کچھ ادیب اور شاعر اپنی تخلیقات واٹس اپ اور فیس بک پر پوسٹ کر کے داد وتحسین حاصل کررہے ہیں۔ یہ واضح ہو چکا ہے کہ اب اردو والوں نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ اردو زبان کو زندہ رکھنے کے لئے بدلتے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ اسی کے نتیجہ میں یہ ترقی کی چوٹیاں سر کررہے ہیں۔ پتہ نہیں یہ عروج کہاں تک جائے گا۔ شاعر مشرق کو دوبارہ نہ کہنا پڑے

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
یہ ٹوٹا ہوا تارہ کہیں ماہ کامل نہ بن جائے

مٹی کے چاند ستارے کی رسم اجراء کے موقع پر

محمد تقی صاحب کی نذر

علیم اسرار

...وندھے ہیں محبت کے یادوں کے سہارے ہیں
...وابوں کا گگن مٹی کے چاند ستارے ہیں

اک اہل قلم جاگا احساس کے جذبے سے
سچائی اتاری ہے ہر شخص کے چہرے سے
اوراق پلٹ دیکھے تمثیل کے پردے سے
مٹّی کے ستاروں پر لکھا ہے سلیقے سے

... کے حوالے ہیں ماضی کے اشارے ہیں
... کے پردے میں ادبا کے شمارے ہیں

اک ربط مسلسل ہے دامان پریشاں سے
خدمت کے وسیلے سے کردار کے عنواں سے
پہچان پرانی ہے تدریس کے میداں سے
واقف ہیں تقی صاحب آداب گلستاں سے

... پہ کھلے جیسے خوش رنگ نظارے ہیں
... ہوئے خوبی سے تنقید کے تارے ہیں

بھاتے ہیں بہت جس کو افکار وفاداری
اطوار شریفانہ گفتار ہے سیدھی سی
اپنوں کی پرایوں کی رکھتا ہے سمجھداری
سر پر ہے سجی ہے جس کے دستار رواداری

حسن سلیقے سے ابواب نکھارے ہیں
... کے نشاں جیسے ساحل کے کنارے ہیں

کاوش ہے ورق تازہ میدان صحافت میں
لاتا ہے سلیقے سے جو سچ کو عبارت میں
چرچا ہے بہت جس کا ایوان سیاست میں
مشہور زمانہ ہے پرزور صداقت میں

... تخیل سے کچھ نقش ابھارے ہیں
...ض نبھائے ہیں کچھ قرض اتارے ہیں

موصوف بھی شامل ہیں اس دور کے ادبا میں
سرگرم رواں جیسے موج ہو دریا میں
یاروں کی وضعداری مشہور ہے دنیا میں
تابندہ ستارے ہیں سب آپ کے رفقاء میں

... کے دیپک ہیں برسوں کے سنوارے ہیں
...عزم جواں مٹی کے چاند ستارے ہیں

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا30 سالہ جشن
اورجناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاندستارے" کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک

ڈاکٹر ایم اے رافع
صدر مدرس
(مدینۃ العلوم پرائمری اسکول، لال باڑہ، ناندیڑ)

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا30 سالہ جشن
اورجناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاندستارے" کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارک
خیر العلوم پرائمری وہائی اسکول
کھڑکپورہ، ناندیڑ

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا30 سالہ جشن اورجناب محمد تقی
کی تصنیف "مٹی کے چاندستارے" کا اجراء
تہہ دل سے مبارک

یوسفیہ ہائی اسکول وجونیئر کالج
پیر برہان نگر ناندیڑ

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا30 سالہ جشن
اورجناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاندستارے" کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک

عبدالوحید کنٹریکٹر
(سیکریٹری مجلس انتظامیہ نوبل ہائی اسکول،
لیبر کالونی، ناندیڑ)

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا30 سالہ جشن
اورجناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاندستارے" کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک
اصلاح العمل ہائی اسکول وجونیئر کالج
محلہ سیدان، ناندیڑ

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا30 سالہ جشن
اورجناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاندستارے" کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک
العزیز انٹرنیشنل اسکول وجونیئر کالج
دیگلور ناکہ، ناندیڑ

''بمبو کے تاثرات 'مٹی کے چاند ستارے' پر''

ڈاکٹر معین امر بمبو
9849161444

محمد تقی صاحب بانی و مدیر اعلیٰ روزنامہ ''ورق تازہ'' ناندیڑ کے معروف و ممتاز صحافی ہیں۔ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ پہلی بار انہیں دیکھ کر یا ان سے ملاقات کرکے ان کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ آدمی جب ان سے قربت حاصل کرتا ہے تو ان کی شخصیت کی پرتیں آہستہ آہستہ کھلتی ہیں۔ بے شمار صلاحیتوں کے علاوہ آہنی عزم و استقلال اور قوت ارادی ان کے نمایاں اوصاف ہیں۔ وہ کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اسے پایہ تکمیل کو پہنچائے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے۔ ''مٹی کے چاند ستارے'' اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ان اوصاف کی بنیاد پر انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے حصول سے لے کر صحافت کے میدان میں اپنی شناخت قائم کرنے تک اپنی اولاد کو بہترین تعلیم سے آراستہ کرنے سے لے کر ان کے فرائض سے بخوبی سبکدوش ہونے تک کئی معرکے طئے کئے۔ وہ اپنی تحریروں کے ذریعہ نہ صرف حقیقت کی عکاسی کر رہے ہیں بلکہ اس کے توسط سے اصلاح پسندی اور اخلاقی اقدار کو وسعت دینے کی جستجو میں بھی منہمک ہیں۔ اسی کوشش کے نتیجہ میں ان کے تنقیدی، تحقیقی و تاثراتی مضامین کا مجموعہ ''مٹی کے چاند ستارے'' کے زیر عنوان رواں سال اشاعت پذیر ہوا ہے۔ ''مٹی کے چاند ستارے'' میں جملہ 26 شخصیات کی حیات اور ان کے ادبی کارنامے پیش کئے گئے ہیں۔ مضامین کے اس مجموعہ کا سرورق ہمہ رنگی اور حد درجہ جاذب نظر ہے۔ آخری صفحہ پر محمد تقی صاحب کی تصویر اور پروفیسر صادق صاحب سابق صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی' دہلی کا مضمون بھی شامل ہے۔ جملہ (224) صفحات پر محیط یہ کتاب ''مٹی کے چاند ستارے'' اس وجہ سے اہمیت کی حامل ہے کہ فاضل مصنف محمد تقی صاحب نے اس کتاب میں انتساب کے بجائے ''بہار آرزو'' دل کی مراد پیش کرنا مناسب سمجھا ہے۔ اس آرزو کا تعلق دلی جذبات عشق رسولؐ سے ہے۔ آرزو میں دل کی تڑپ ہے دین اور دنیا میں کامیابی کا راز ہے۔ الفاظ کا جادو پڑھنے والے کو لازمی طور پر متاثر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہر مسلمان کو ایسے ارمان رکھنے کا مزاج عطا کرے۔ آمین۔ اس کتاب میں کچھ مضامین تنقید و تحقیق سے متعلق ہیں۔ محمد تقی صاحب کے مضامین ان کے منفرد اسلوب کے ترجمان ہیں۔ ان کا انداز بیان بہت سادہ اور دلنشین ہے۔ ''دعا پر منتشر آنسو'' میں محمد تقی صاحب نے اپنے لڑکپن کے دوست معروف شاعر فیروز رشید کے بارے میں بڑے دلچسپ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ فیروز رشید کی شرارتیں' ان کے تعلیمی سفر اور آغاز شاعری کے بارے میں لکھتے ہوئے بتاتے ہیں کہ فیروز رشید نے 1970ء میں شاعری کا آغاز کیا۔ جب وہ میٹرک میں پڑھتے تھے۔ ''آدھی رات کے آنسو'' فیروز رشید کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کے کچھ نظموں پر محمد تقی صاحب نے تبصرہ کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فیروز رشید نظم کے بھی عمدہ شاعر ہیں۔ ان کی شہرت ایک البیلے غزل گو شاعر کی حیثیت سے رہی ہے۔ وہ مشاعروں کے کامیاب شاعر اور ایک بہترین ناظم مشاعرہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن اتنی مقبولیت کے باوجود انھوں نے کبھی غرور و تکبر نہیں کیا۔ اس تبصرے میں محمد تقی صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ ادب کو کسی مذہب سے تعلق کے قائل نہیں۔ لیکن فیروز رشید کا معاملہ دوسروں سے الگ ہے۔ ان کی اکثر نظمیں اسلامی فلسفہ اور اقتدار کی بنیاد پر رکھی ہونے کے باوجود پڑھنے والے کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں۔ اس کتاب کی قیمت صرف 300/- روپے مقرر کی گئی ہے۔ اس کتاب کی خوبصورت تدوین کی وجہ خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ انھوں نے منصوبہ بند طریقے سے عنوانات کا تعین کر کے اصلاحی پس منظر پر توجہ دیتے ہوئے یہ مضامین لکھے ہیں۔ اس لئے ''مٹی کے چاند ستارے'' میں شامل مضامین کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ غرض محمد تقی صاحب نے اکیسویں صدی کے اردو داں طبقہ کو بیدار کرنے اور خدا کی عطاء کردہ صلاحیتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا سبق دینے کے لیے ایسے اہم مضامین کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ چنانچہ ان کی اس کوشش اور جستجو کو قبول کرتے ہوئے توقع کی جاتی ہے کہ اس قسم کے فکر انگیز اور انسانی ذہن کو جھنجھوڑنے والے تنقیدی تحقیقی و تاثراتی مضامین کا استقبال کیا جائے گا۔ اردو کے ادیبوں اور شاعروں کے علاوہ اہل فکر حضرات کی جانب سے محمد تقی صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کی جارہی ہے۔ کیونکہ انھوں نے قلم کی جولانی کو عیش پرستانہ عناصر سے مربوط کرنے کے بجائے حقیقت پسندی کی نمائندگی پر توجہ دی ہے جس کے لئے اردو معاشرہ بلاشبہ ان کی خدمت میں مبارکباد کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ ان کو صحت و تندرستی کے ساتھ درازی عمر کے لئے خدا کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں اور حق ہے کہ یہ دعا خالی نہیں جائے گی۔ کتاب نہ صرف پڑھنے بلکہ دیکھنے کی بھی چیز ہے۔ اس قدر عمدہ کاغذ، تزین و آرائش کہ مجھے تو یہ کتاب کتابوں کی دلہن محسوس ہوئی۔

بمبو اپنی زندگی ہے بند مٹھی کی طرح
تبصرے جو جی میں آئے مہرباں کرتے رہے

''کچھ 'مٹی کے چاند ستارے' کے حوالے سے''

اقبال مجید، پربھنی
9420816696

روزنامہ ''ورق تازہ'' کے مدیر اعلیٰ محمد تقی صاحب سے میری دوستی چالیس (۴۰) برسوں پر محیط ہے۔ میرا تعلق پربھنی سے ہے، وہاں تقی صاحب اپنی ملازمت کے سلسلے میں مقیم تھے۔ اُن سے میری پہلی ملاقات پربھنی میں ہوئی۔ ادب سے تعلق نے ہمیں ایک دوسرے سے قریب کردیا اور تعلقات مزید مستحکم ہوتے گئے۔ 'ورقِ تازہ' کی اجرائی کے بعد میں نے سماجی و اقتصادی موضوعات پر مضامین لکھنا شروع کئے، تقی صاحب ان مضامین کو اپنے روزنامے میں شائع کرتے تھے اور اس کی وجہہ سے ناندیڑ اور مراٹھواڑہ کے دیگر اضلاع کے بڑے حلقوں میں اُنھیں پہنچانا گیا۔ یہ صرف تقی صاحب کی دلچسپی اور اُن کی اعانت کی وجہہ سے ممکن ہوسکا۔ اُردو صحافت اور ورق تازہ کے لیے اُنھوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو روبہ عمل لاتے ہوئے اس روزنامے اور اُس کے معیار کو بلند کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اُن کی مسلسل کاوشوں کی وجہہ یہ روزنامہ مہاراشٹر کے بہترین روزناموں میں شامل تھے۔ ابھی تقی صاحب کی گونا گوں صلاحیتوں سے قارئین ورق تازہ کے ذریعے واقف ہو رہے تھے کہ اب اُن کے تنقیدی، تحقیقی و تاثراتی مضامین پر مشتمل اُن کی ایک بہترین کتاب زیر عنوان ''مٹی کے چاند ستارے'' منظر عام پر آئی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت نے تقی صاحب کو بحیثیت صحافی کے علاوہ ایک منفرد مضمون نگار کی حیثیت سے قارئین کو متعارف کیا ہے۔ اس کتاب میں تنقید و تحقیق اور رفتگاں کے زیر عنوان مختلف ادبی موضوعات پر تیس (۳۰) مضامین شامل ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ اپنے پڑھنے والوں کو اس بات سے روشناس کردیتا ہے کہ معروف و ممتاز ادیبوں اور شاعروں میں فیضؔ، ساحرؔ، ندا فاضلی، بشر نواز اور صادق پر تحریر کیے گئے تنقیدی مضامین اُن کے فن کے بارے میں محمد تقی نے ایک نئے زاویے سے اُنھیں سمجھانے کی کوشش کی ہے جن میں خاص طور پر مضمون 'فیض؛ رومانی عصری حسیت کا شاعر' اور 'بشر نواز کا شعری رویہ' 'آنکھ اور خواب کے درمیان کا شاعر ندا فاضلی' اور ڈاکٹر صادق پر مضامین کئی اہمیت کے حامل ہیں اور بلاشبہ اُنھیں دلچسپی سے پڑھا۔ ان مضامین کے علاوہ تقی صاحب نے نئی نسل کے لکھنے والوں کا تعارف پیش کیا ہے۔ ان میں کئی لوگ ادب میں اپنی شناخت بنانے میں کوشاں ہیں۔ جن میں میر تراب علی، قدیر طاہر، سلیم محی الدین اور فیروز رشید شامل ہیں۔ تقی صاحب نے سہیل احمد رضوی، فہیم احمد صدیقی، عارف خورشید، غفار راہیؔ کے فن اور شخصیت پر خوب مضامین لکھے ہیں یہ تمام فنکار اب اس جہانِ فانی میں موجود نہیں ہیں لیکن اُنھیں ''مٹی کے چاند ستارے'' کے حوالے سے ضرور پڑھا جائے گا اور تقی صاحب کی یہ کوشش یاد رکھی جائے گی۔

''مٹی کے چاند ستارے'' نہایت خوبصورتی سے شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب میں شامل تصاویر تقی صاحب کے ادبی و صحافتی سرگرمیوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ میں تقی صاحب کو اس کتاب کی اشاعت کے لیے دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کتاب کی پذیرائی ہوگی۔ اور مٹی کے یہ چاند ستارے اُردو ادب میں جگمگاتے رہیں گے۔

'مٹی کے چاند ستاروں' کی چمک دمک

ڈاکٹر ضیاء الحسن
9764127458

معاشرہ سے الگ تھلگ رہنا انسان کبھی پسند نہیں کرتا۔ کیوں کہ یہ عمل انسانی فطرت کے خلاف ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ہم مزاج، ہم خیال اور ہم پیشہ افراد سے ربط و ضبط بڑھاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی شناسائی دوستی میں بدل جاتی ہے۔ اس مرحلہ میں اُسے اپنے دوستوں کی خوبیوں اور خامیوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ احباب کی بعض باتیں یا مشاغل اسے متاثر کرتے ہیں۔ بسا اوقات اس کا اثر اس کی شخصیت پر بھی پڑتا ہے۔ متاثر ہونے والے شخص کا تعلق اگر قرطاس و قلم سے ہو تو وہ اپنے دوستوں سے متعلق تاثرات کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے۔ ادبی زبان میں اسے 'شخصی مضمون' کہتے ہیں۔ شخصی خاکہ اس سے آگے کی چیز ہے۔

'مٹی کے چاند ستارے' میں شامل بیشتر مضامین اسی نوعیت کے ہیں۔ ویسے محمد تقی کا تعلق پیشۂ صحافت سے ہے لیکن ابتداء میں وہ ادب سے زیادہ قریب رہے ہیں۔ شہر میں ان کی پہچان 'تقی راہی' کے قلمی نام سے تھی۔ اُن دنوں وہ منی کہانیاں یا افسانچے لکھا کرتے تھے۔ جو مختلف اخبارات میں چھپتے رہے۔ تبھی سے اُن سے میری شناسائی ہے۔ موصوف مجھ سے کافی سینئر ہیں۔ (سینئرٹی ہمیشہ اہمیت کی حامل رہی ہے)

تقسیم ملک کے وقت محمد تقی کا خاندان بے شمار صعوبتیں جھیلتا ہوا سی۔ پی برار کے علاقہ سے آصف جاہی سلطنت ریاست حیدرآباد میں منتقل ہوگیا۔ مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے بالآخر اس خاندان نے ناندیڑ شہر میں سکونت اختیار کر لی اور سخت محنت و مشقت کی بدولت اپنی اُجڑی ہوئی زندگیوں کو سنوارا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ اب تو وہ نسل نہیں رہی جس نے ہجرت کا درد سہا تھا۔ البتہ جو واقعات بعد کی نسلوں نے ان بزرگوں کی زبان سنے تھے وہ آج بھی ہمارے ذہنوں میں محفوظ ہیں۔

کئی سال پہلے اکولہ کے مزاح گو شاعر فیاض افسوس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ''ناندیڑ میں دریائے گوداوری کے قریب واقع سرائے کیا اب بھی موجود ہے؟'' دراصل ہجرت کے دوران اُن لوگوں نے وہاں قیام کیا تھا۔ میں نے انھیں بتایا کہ ''محترم! وہ سرائے آج بھی نہ صرف اچھی حالت میں ہے بلکہ وہاں کئی خاندان بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں۔''

کتنی یادیں لپٹ کے روتی ہیں
جب کوئی شخص گھر بدلتا ہے

(یاد رہے کہ آج کے دور میں ظالم و جابر کہلائے جانے والے حکمراں یعنی نظام سابع حیدرآباد نے ان لاکھوں مصیبت زدہ پناہ گزینوں کی دو برس تک مہمان نوازی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔)

محمد تقی نے اپنی زندگی کو سنوارنے اور کامیابیوں کے حصول کی خاطر اپنے بزرگوں کی طرح سخت محنت کی۔ رزق کی تلاش میں چھوٹے بڑے شہروں کا سفر کیا۔ اخبارات کے دفتر میں جز وقتی نوکری کی، پیشۂ تدریس کو اپنایا، ادبی رسالہ جاری کیا۔ اس جدوجہد کے دوران شاید اکبر الہ آبادی کا یہ شعر

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو
جب توپ مقابل ہو تو اخبار نکالو

ان کی نظر سے گزرا۔ چنانچہ انھوں نے شہنشاہِ ظرافت کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے ناندیڑ سے روزنامہ 'ورقِ تازہ' جاری کیا۔ جو گزشتہ تیس برسوں سے پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ یہ اخبار اسم بامسمّٰی ہے یعنی اپنے قارئین تک روزانہ تازہ خبریں پہنچاتا ہے۔ قارئین کو مقامی خبروں کے لئے کوئی دوسرا اخبار دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ عیدین، قومی تہواروں اور خاص خاص موقعوں پر اس اخبار کے خصوصی رنگین شمارے شائع ہوتے ہیں۔ جنھیں دیکھ کر ہی طبیعت باغ باغ ہوجاتی ہے۔ مقامی شعراء و ادباء پر خصوصی گوشے شائع کرنے کا سہرا بھی 'ورق تازہ' کے سر جاتا ہے۔

محمد تقی ایک عدیم الفرصت اور حرکیاتی شخصیت ہیں۔ ناندیڑ میں مختلف پروگراموں کا انعقاد، مقامی اور دوسرے شہروں میں منعقد ہونے والے ادبی و صحافت سے متعلق کانفرنسوں میں شرکت، صحافتی نقطۂ نظر سے دور دراز کے مقامات کا دورہ اور اس طرح کی بے شمار مصروفیات ان کے شب و روز کا حصہ ہیں۔ اتنے زیادہ مصروف رہنے کے باوجود ان کے چہرہ پر تھکن کے آثار نظر نہیں آتے بلکہ وہ ہمیشہ تر و تازہ دکھائی دیتے ہیں۔ میری نظر میں تو وہ ناندیڑ کے 'خشونت سنگھ' ہیں۔ صحافت سے جڑی نئی نسل کو ان کے اس جوش و ولولہ سے سبق لینا چاہیے۔

اگر چہ ہر تصنیف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ 'تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں' لیکن میں یہاں ان کی کتاب کی چند خوبیاں گنواؤں گا۔ 'مٹی کے چاند ستارے' میں مختلف شخصیات پر مضامین شامل ہیں۔ مجتبیٰ حسین ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ معروف شاعر بشر نواز اور آکاشوانی و دوردرشن سے جڑے جاوید ناصر کا تعلق ہمارے علاقہ سے ہے۔ ندا فاضلی اور ابراہیم اشک فلمی دُنیا سے وابستہ تھے۔ محمد تقی کے استاد ڈاکٹر صادق (دہلی) بہ سلسلۂ ملازمت ناندیڑ میں مقیم رہے۔ ان سبھی حضرات سے ادبی دُنیا بخوبی واقف ہے۔ مگر ناندیڑ کی شخصیات پر لکھے گئے مضامین اس لئے اہم ہیں کہ مقامی شخصیتوں پر کچھ لکھنے میں عموماً غفلت برتی جاتی ہے۔ مگر محمد تقی نے 'قدر گوہر شاہ دانہ' پر عمل کرتے ہوئے کئی مقامی شخصیات پر مضامین لکھے ہیں جو قابل تعریف ہیں۔ استاذی پروفیسر محمد یونس فہمیؔ کو اردو زبان و ادب اور پروفیسر نور اللہ خان کو قانون کی تدریس پر عبور حاصل تھا۔ مولوی نصرت حسین صدیقی نے مجاہدانہ زندگی گزاری، غفار راہیؔ تحریکی کاموں کے علاوہ ادب سے بھی جڑے ہوئے تھے، عبدالواحد جنید ایک باصلاحیت مگر کم گو انسان تھے، محمد بہاء الدین ایڈوکیٹ میرے عرفاتی بھائی اور انیس قمر ہم محلہ جماعت رہے۔ فہیم صدیقی خوش گلو شاعر تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے، آمین۔ کئی خوبیوں کے مالک اور خوبرو شخصیت فیروز رشید کی عاجلانہ صحت کے لئے میں ہمیشہ دُعا کرتا ہوں۔ محمد تقی نے ان سبھی کی قلمی تصویر میں بڑی خوبصورتی سے کھینچی ہیں۔

اس اُردو کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں انگریزی کے قابل اساتذہ ڈاکٹر اے۔ جی خان المعروف ارتکاز افضل اور مولوی کمال الدین صدیقی ساجدؔ نے اپنے بہترین تاثرات قلمبند کئے ہیں۔ البتہ ساہتیہ ایوارڈ یافتہ اسلم مرزا کا یہ جملہ پڑھ کر میں چونک گیا کہ ''محمد تقی نے اپنے مضامین کے مجموعہ کا مسودہ میرے (یعنی اسلم مرزا کے) 'ملاحظہ' کے لئے بھیجا تھا۔'' کہیں موصوف کا تعلق مزاح نگاری سے تو نہیں ہے؟

یہ خوش آئند بات ہے کہ صحافت کی وراثت محمد تقی سے ان کے فرزند محمد نقی میں خوش اسلوبی سے منتقل ہوگئی۔ دونوں کے ناموں میں صرف ایک چھوٹے سے نقطہ کا انتہائی نازک فرق ہے۔ اب تو محمد تقی کے کمسن پوتے 'نبیل' بھی بلاگر بن گئے ہیں یعنی ایں ہمہ خانہ صحافی، صحافی و صحافی است۔ اس ننھے بلاگر کے روشن مستقبل کے لئے میری نیک تمنائیں۔ میں دست بدعا ہوں کہ یہ اخبار قوم و ملت کا سچا ترجمان اور بے باک صحافت کا علمبردار بنے اور محمد تقی، محمد نقی اور برخوردار نبیل 'ورق تازہ' کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھیں۔

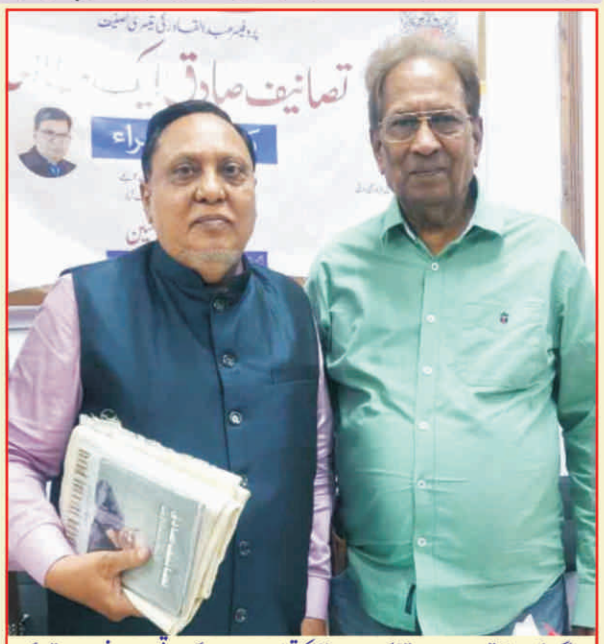
اورنگ آباد: ''تصانیف صادق' ایک مطالعہ'' کی تقریب اجراء کے موقع پر پروفیسر صادق کے ساتھ محمد تقی سینئر جرنلسٹ (مورخہ 10 جولائی 2024ء)

پیامِ تہنیت

روزنامہ ورقِ تازہ کے تیس سالہ جشن کے موقع پر مدیر اعلیٰ ورقِ تازہ جناب محمد تقی صاحب کو دل کی عمیق گہرائیوں اور دلی مسرت کے ساتھ مبارکباد پیش ہے۔ ہم اُن کی اولالعزمی اور ارادوں کی پختگی کو سلام کرتے ہیں جس کے سبب ورقِ تازہ آج اس مقام تک پہنچا۔

مقاصد نیک ہوں اور پختگی ہو گر ارادوں میں
تو منزل سامنے آتے ہے خود پتھریلی راہوں میں

میر شبیر علی، اتوارہ، ناندیڑ
محمد سلیم احمد نو بھارت میٹل مرچنٹ چوک
فیروز رشید

محمد تقی صاحب کے مزاج میں جو سنجیدگی، متانت، بُردباری، ملنساری، ذہنی کشادگی، وسعت نظر، سکون و اطمینان ہے وہ کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔
مجھے توقع ہے کہ یہ بصیرت افروز کتاب ہمارے علاقے کی ایک دستاویز بنے گی۔
نیک خواہشات اور بہت ساری مبارک باد۔
اللہ آپ کو سلامت رکھے، آمین۔
شکریہ
پروفیسر میر تراب علی (حیدرآباد)

اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ۔
جناب محمد تقی صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ ورق تازہ ضلع ناندیڑ کی ۳۱ ویں سالگرہ پر دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ مستقبل میں یہ روزنامہ اپنی بے باک صحافت کیلئے کامیاب کامران رہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے نظر بد سے بچائے جناب یہ آپکی گونا گوں محنت و کاوشوں کا ثمرہ ہے مجھے یاد ہے کن مشکلات و نامساعد حالات میں بھی اپنے اسے جاری وساری رکھا الحمد للہ قابل تحسین و قابل مبارک باد ہے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ اس شمارہ کو جاری وساری درخشندہ پایندہ رکھے آمین ثم آمین

سید محمود علی، ناندیڑ

یارب العالمین الحمد للہ روزنامہ ورق تازہ پچھلے کئی سالوں سے پابندی سے ہمارے گھر آتا ہے اس اخبار کے ذریعے ہم کو قومی بین الاقوامی اور سب سے بڑھ کر ہمیں ہمارے شہر ناندیڑ کی علاقائی خبروں سے آگاہی ہوتی ہے روزنامہ ورق تازہ ہمیں ہمارے شہر کی ہر خبر سے باخبر رکھتا ہے اس کے ساتھ ہی اخبار نے اپنے قارئین کی بدلتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نئی ٹیکنالوجیز اور اختراعات کو بھی اپنایا ہے۔ اخبار کے ذریعے ہمیں سیاسی معاشی مذہبی معلوماتی خبریں اور مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔ روزنامہ ورق تازہ کی ترقی کے لیے ہم دعا گو ہیں اور 30 سالہ جشن کی تکمیل پر ادارے کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور محترم محمد تقی صاحب کی کتاب ''مٹی کے چاند ستارے'' کی رسم اجرائی پر بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔
سمیرہ گلنار محمد جیلانی

بے باک صحافت

میں آئینہ ہوں دکھاؤں گا داغ چہرے کے
جسے برا لگے وہ سامنے سے ہٹ جائے

محمد اختر خان، اورنگ آباد
9822059723

کسی بھی زبان و ادب اور کسی بھی قوم و ملت کی تاریخ کے جاننے کے لئے صحافت کا سہارا لینا ضروری ہے۔ کئی زبانوں میں یوں تو کئی اصناف ہیں، کئی شاخیں ہیں، لیکن صحافت کا تعلق حق گوئی و بے باکی سے ہے۔ دیگر اصناف میں فنکار یا تخلیق کار کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ وہ اپنے تصوراتی، تخیلاتی نظریہ سے اپنے جذبات اور احساسات کو قلمبند کرسکتا ہے۔ خیال کی وسعت اور فکر و نظر اُس کے لئے ضروری ہے۔ وہ اپنے خیالات اپنے تخیل کے ذریعہ کسی بھی مضمون یا تخلیق کو طول و عرض یا وسعت دے سکتا ہے لیکن صحافت میں سوائے حقیقت بیانی کے اور حق گوئی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ سچا صحافی وہی ہے جو بیباک ہو اور وہی لکھے جو وہ دیکھ رہا ہو۔
اخبارات نے ہندوستانیوں کے دل میں جنگ آزادی کا جذبہ ابھارنے اور ہر دور میں سیاسی، سماجی، مذہبی بیداری پیدا کرنے کے لئے ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ اخبار کی ہندوستان میں شروعات انیسویں صدی کے آغاز سے ہوتی ہے اور پہلے اخبار سے لے کر اب تک ہندوستان میں بے شمار اخبارات نکل رہے ہیں۔ ''ورق تازہ'' بھی انہی اخبارات میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ ''ورق تازہ'' نے اپنا ۳۰ سالہ سفر طئے کیا ہے۔ اِس طویل سفر نے ''ورق تازہ'' کے بانی و مدیر محمد تقی صاحب نے اپنی صحافتی ذمہ داری کو بخوبی نبھائی ہے اور مستقبل میں بھی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اسی طرح ''ورقِ تازہ'' کو نئی آب و تاب بخشیں گے۔ ''ورقِ تازہ'' نے اِس سفر میں جن مشکلات اور تکالیف کا سامنا کیا ہوگا اُس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ تقی صاحب کو زندگی سے زیادہ اردو کی زلفیں سنوارنے اور صحافت کے رنگ کو عروج تک پہنچانے میں دلچسپی رہی ہے۔ ''ورق تازہ'' کو یہاں تک لانے میں اُن کے بچے، اخبار کا اسٹاف اور دوسرے رفقاء قابل ستائش ہیں جنھوں نے اپنی رات دن کی محنت اور کاوشوں سے اخبار کو بلندی عطا کی۔ اِس اخبار سے اردو داں طبقہ جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل ہیں جو قارئین کو سیاسی، سماجی اور مذہبی خبروں اور مسائل سے روشناس کراتے ہیں۔ تقی صاحب جو ایک ممتاز صحافی، مفکر اور ادیب ہیں جنھوں نے اپنے مضامین اور اداریوں کے ذریعہ معاشرے کو ہمیشہ ملکی و بیرونی حالات سے آگاہ کیا۔ ملت کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے جدوجہد کی اور حب الوطنی کے جذبہ کو اپنا فرضِ اولین سمجھ کر خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ صحافت ایک خوبصورت الفاظ کا پیرہن ہے۔ دنیا کی اصل قوت الفاظ میں پوشیدہ ہے اور الفاظ کی طاقت، وہ طاقت ہے جو قدم قدم پر عیاں ہوتی ہے۔ یعنی الفاظ ہی ہمارا کردار اور الفاظ ہی ہمارا ماحول اور معاشرہ ہے۔ صحیح الفاظ کا استعمال ہمارے معاشرے کو خوشبو کی طرح معطر بناتے ہیں اور تلخ الفاظ تلوار کی دھار سے بھی زیادہ جسم کے ساتھ روح کو بھی مجروح کر دیتے ہیں۔ صحیح الفاظ کے استعمال کی توفیق ایک نعمت ہے اور یہ نعمت خوش قسمتی سے اُن انسانوں کو ملا کرتی ہے جو انسانیت کو سمجھتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ نعمت ہمارے رفیقِ خاص تقی صاحب کے حصہ میں بھی آئی ہے اور وہ اِس میں صد فیصد کامیاب بھی رہے ہیں۔ اِس لئے ''ورقِ تازہ'' نے اپنے ۳۰ رسال کا سفر طئے کیا ہے۔ میں تقی صاحب کو دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں

اُن کا جو کام ہے وہ اہلِ سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

کچھ یادیں۔ کچھ باتیں

وحید اللہ خاں
عطا حیدرآبادی

حکیم مومن خاں مومنؔ کی غزل کا یہ مشہور مصرعہ ''مجھے یاد سب ہے ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو'' لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 1971ء میں جناب محمد تقی صاحب سے یشونت کالج میں ملاقات ہوئی۔ وہ سائنس کے طالب علم تھے اور میں آرٹس کا۔ اس کے علاوہ محلہ گاڑی پورہ بڑی درگاہ کے قریب ان کا مکان تھا اور میں بغرض تعلیم حیدرآباد سے اپنے ماموں جان کے مکان میں مقیم تھا یہ مکان بھی بڑی درگاہ کے سامنے میدان کے روبرو تھا۔ ہماری ملاقاتیں کالج کے علاوہ محلے میں بھی ہوجایا کرتی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد یعنی گریجویشن مکمل کرنے بعد میں سرکاری ملازم ہوگیا اور تقی صاحب ملازمت کے سلسلے میں اورنگ آباد چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اورنگ آباد ٹائمز میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہیں سے اپنی صحافت کا تجربہ حاصل ہوا۔ اپنی ملازمت کے سلسلے میں مجھے مہاراشٹر کے کئی اضلاع میں جانا پڑا۔ تقی صاحب بھی اس دوران اورنگ آباد سے دہلی وغیرہ گئے اور پھر پربھنی آکر بی۔ ایڈ کالج میں ملازمت کی بہرکیف تقریباً کئی سال تک ان سے رابطہ نہ ہوسکا جب میں تبادلہ کرکے ناندیڑ آیا یعنی 1993ء میں ہماری ملاقات ہوئی۔ تقی صاحب تب تک صحافت کی دنیا میں بہت نام کما چکے تھے۔ اور پربھنی سے ورق تازہ نامی اخبار کا اجراء کیا۔ اس کے بعد ناندیڑ میں اب ہماری روزانہ ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں ساتھ میں ان کے بچپن کے دوست فیروز رشید بھی رہا کرتے تھے۔ ہماری دوستی بڑھتی گئی۔ ورق تازہ ابتداء میں ان کے گھر پر ہی لکھا جاتا تھا۔ وہ زمانہ کتابت کا تھا چنانچہ شام ہوتے ہی دو (۲) کاتب آپ کے دیوان خانہ میں حاضر ہوجاتے اور اخبار کا کام شروع ہوجاتا۔ شام میں فیروز رشید آجاتے میں بھی چلا جاتا پھر ہم دونوں نیوز لکھ لکھ کر کاتبوں کو دیتے تقی صاحب اس پر نظر گھماتے ان کی نوک پلک سُدھارتے پھر وہ کتابت ہوکر اخبار پریس کو چلا جاتا۔ ناندیڑ میں یہ اخبار آہستہ آہستہ عوام میں مقبول ہوتا گیا۔ اس کے بعد تقی صاحب نے ورقِ تازہ کا دفتر اسمٰعیل مارکٹ چوک بازار میں 1994ء میں قائم کیا جو آج بھی اسی جگہ پر ہے۔ ایک دِن تقی صاحب نے کہا کہ ایک ریاستی سطح پر مشاعرہ لیں گے۔ ہم نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اس طرح یکم رمئی 1994ء کو ورق تازہ کے اوپری حصے میں مشاعرے کا انتظام کیا گیا۔ مہمان خصوصی کے طور پر عالی جناب پروفیسر نور اللہ خاں صاحب اور کنوٹ بلدیہ کے کونسلر جناب عیسیٰ خاں صاحب کو مدعو کیا گیا۔ شعرء میں نظام آباد سے جناب تنویر واحدی صاحب، جالنہ سے جناب شمس جالنوی صاحب کو مدعو کیا گیا۔ مقامی شعراء میں جناب حامد اردھاپوری، جناب غفار راہی، فیروز رشید، وحید اللہ خاں عطا، اعجاز احمد اعجاز وغیرہ نے شرکت کی۔ نظامت جناب تنویر واحدی نے بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دی۔ جناب تقی صاحب کی میزبانی میں یہ مشاعرہ بہت کامیاب رہا اور آج 30 سال بعد ورق تازہ کا 30 سالہ جشن منایا جارہا ہے۔ ساتھ میں تقی صاحب کی تصنیف مٹی کے چاند ستارے کا اجزاء بھی ہے۔ میں تقی صاحب کو دِلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ آپ اسی طرح آسمانِ اُردو ادب پر چمکتے رہیں۔ آمین ثمہ آمین۔

روزنامہ ''ورقِ تازہ'' کا 30 سالہ جشن اور جناب محمد تقی کی تصنیف ''مٹی کے چاند ستارے'' کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک

محسن خان پٹھان
پروپرائٹر، ایم کے بلڈرس اینڈ ڈیولوپرس، ایم کے بینکیٹ ہال، ناندیڑ۔

روزنامہ ''ورقِ تازہ'' کا 30 سالہ جشن اور جناب محمد تقی کی تصنیف
''مٹی کے چاند ستارے'' کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارک

منا عباس حسین
(خازن)
کانگریس پارٹی ناندیڑ شہر و ضلع ناندیڑ

روزنامہ ''ورقِ تازہ'' کا 30 سالہ جشن اور جناب محمد تقی کی تصنیف ''مٹی کے چاند ستارے'' کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک
عبدالوحید انجینئر
B.E.(Civil)
مالک اجنتہ ٹائلس اینڈ گرینائیڈس
نزد علی نگر، کھوجہ کالونی، ناندیڑ
Cell:8087299098

روزنامہ ''ورقِ تازہ'' کا 30 سالہ جشن اور جناب محمد تقی کی تصنیف ''مٹی کے چاند ستارے'' کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک
شاہین اکیڈمی،
ہساپور، ناندیڑ
SHAHEEN
GROUP OF INSTITUTIONS
NANDED

روزنامہ ''ورقِ تازہ'' کا 30 سالہ جشن اور جناب محمد تقی کی تصنیف ''مٹی کے چاند ستارے'' کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک

حاجی عبدالسلام، چھوٹی درگاہ، گاڑی پور، ناندیڑ

الٹ رہی تھیں ہوائیں ورق ورق اسکا

حبیب مسعود علی
رکن اردو گھر ثقافتی کمیٹی

دیانتداری، جرات مندی، ایمانداری، معاملہ فہمی، اخلاقی رویہ، سوجھ بوجھ، موقع محل اور حالات کے مطابق فیصلہ کی صلاحیت، حالات پر گہری نظر ایک اچھے اور کامیاب صحافی کی پہچان ہوتی ہے۔ ایک کامیاب صحافی سیاسیات اور سماجیات کا باریک بینی سے مطالعہ کرتا ہے۔گردوپیش کے حالات سے واقف رہتا ہے ۔ ہمہ وقت متحرک رہتے ہوئے سماج کو نہ صرف باخبر رکھتا ہے بلکہ پس پردہ حقائق سے قارئین کو خرد مند کرتا ہے۔ بیک وقت ایک محقق ہوتا ہے۔مضمون نگار ہوتا ہے۔خاکہ نگار بھی ہوتا ہے۔صحافی اور صحافت کے منجملہ اقدار کی حفاظت کرنے والے چنندہ صحافیوں کی فہرست میں ایک نام محمد تقی صاحب کا بھی آتا ہے جنہوں نے روزنامہ ورقِ تازہ کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے شہرت دوام پائی ہے۔شہرِ ناندیڑ کی بستیوں میں محلہ گاڑی پورہ اپنی مذہبی، سیاسی، ثقافتی شناخت رکھتا ہے۔ قدیم تہذیب، آثارِ قدیمہ، صوفیائے کرام کے مزارات اپنی تاریخی شناخت رکھتا ہے ۔ شہر کی مشہور معروف شخصیات کا تعلق بھی اسی علاقہ سے رہا ہے۔اسی زرخیز مٹی و علاقہ سے محمد تقی صاحب کے اجداد کا تعلق رہا ہے تقی صاحب فی الحال یہیں سکونت پذیر ہیں۔انکے دیرینہ دوست اور متعلقہ افراد بخوبی جانتے ہیں کہ وہ پیشہ درس وتدریس سے دس سال تک وابستہ رہے ۔پھر حیرت انگیز طور سے اپنا ہدف صحافت کو بنالیا۔اُس وقت پیشہ کو خیرآباد کہنے کا فیصلہ دِقت طلب ضرور تھا لیکن اِس فیصلے پر ان کو قطعی رنج ہے نہ ملال۔۔۔ خود رقم طراز ہیں کہ ”زندگی کے تجربات نے انہیں بادِ مخالف سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخشا، اور ثابت قدم رہنے کا ہنر سکھایا ہے“۔صحافتی تجربات یوں بیان کرتے ہیں کہ احباب نے ابتداء میں جوش وخروش کے ساتھ حامی بھری لیکن بچھڑ گئے سب باری باری۔

آڑے آیا نہ کوئی مشکل میں
مشورہ دے کے ہٹ گئے احباب

تن تنہا اخبار کو جاری رکھا۔استقامت وتحمل سے کام کیا۔انہوں نے اپنی دوررس نگاہوں سے جدید تقاضوں کو بہت جلدی بھانپ لیا۔ ٹیکنالوجی اور جدید وسائل سے اخبار کو مربوط کیا ۔ کاتب اور کتابت کے دشوار کن مرحلے سے اخبار کو آزاد کیا۔نامساعد حالات میں روزنامہ شائع ہوتا رہا۔اُتار چڑاو کے باوجود متواتر و مسلسل اپنا اخبار جاری رکھا ہے۔اخبار نکالنا پہلے بھی دشوار کن امر تھا آج بھی ہے ۔ ماضی کے تقاضوں حالات اور وسائل پر نظر دوڑائیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ پرنٹ میڈیا کے لئے دشواریوں وہی ہیں جو صورتیں بدل بدل کر سامنے آتی رہتی ہیں ۔جہاں تک میری معلومات ہے شہر کے اخبارات میں (اردو ڈی ٹی پی) کمپوٹراز ہونے والے اخبارات میں اس اخبار کو سبقت حاصل ہے۔سرخیاں،(بینر) متن، اداریہ، مضامین کا انتخاب اور دیگر کالموں کے انتخاب کے معاملے میں اخبار نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔کبھی اوچھا پن اختیار کیا نہ مالی مفادات کو پیشِ نظر رکھا نہ بلیک میلنگ کو اپنا طریق بنایا۔ انہی اوصاف کے چلتے وہ نہ صرف میدانِ صحافت میں بلکہ دنیائے ادب میں قدر کی نگاہوں سے دیکھیں جاتے ہیں۔ادارہ ورقِ تازہ سے میری وابستگی پہلے شمارے سے رہی ہے ۔ کچھ عرصے اخبار کے لئے کتابت بھی کی ۔میری اپنی مصروفیت کی بناء پر مزید وقت نہیں دے سکا۔لیکن کسی نہ کسی طرح اخبار سے منسلک رہا ہوں ۔گاہے گاہے تقی صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ گزشتہ دو تین برسوں سے اردو گھر ثقافتی کمیٹی میں دیگر اراکین کے ساتھ میں اور محمد تقی صاحب بحیثیت رکن اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اردو گھر میں منعقدہ مہاراشٹر اُردو ساہتہ اکادمی کے مشاعرے میں ملاقات کے دوران مجھے تذکرہ کیا کہ ”مٹی کے چاند ستارے“ کو کتابی شکل دینا ہے۔مجھے اپنے دفتر پر طلب کیا ۔مجھے دو کاپیاں مسودے کی تھمائی اور کہا مضامین ترتیب ہوچکے ہیں۔سرِورق کی ڈیزائننگ اور (ڈی ٹی پی) کی پروف ریڈنگ باقی ہے۔ڈیزائننگ کے لئے ایک کاپی ڈیزائنر کو میں نے سپرد کردی ۔ دوسری میرے پاس تھی۔ڈی ٹی پی کی اغلاط نہ کے برابر تھیں۔یہ مضامین ملک کے کئی بڑے اخبارات میں شائع ہوچکے تھے۔کچھ مضامین ابھی تک نظر سے نہیں گزرے طبعیت چاہی کہ صاحبِ کتاب اور اس فن پارے کے لئے لکھوں، پس وپیش میں تھا کہ کہاں سے شروع کروں ۔۔۔۔۔ کچھ دن بیتے اسی اثناء سرِورق بھی تیار ہوگیا۔دو حصوں پر مشتمل کتاب کا سرورق دیدہ زیب ہے۔عنوان کے عین مطابق ہے۔ شیخ اعجاز صاحب نے کماحقہ اسکو تزئین و جمال بخشا ہے ۔ پہلا حصہ زرخیز مٹی کا ہے اور دوسرا یعنی اوپری حصہ آسمان میں جھلملاتے تاروں کا ہے ۔دیکھنے والا ضرور محسوس کرے گا جیسے مطلع صاف ہوگیا ہے۔آسمان میں روشنیاں ہی روشنیاں ہیں، گمان ہوتا ہے گویا یہی مٹی کے چاند ستارے ہیں۔یہ چاند ستارے جب تک مٹی سے جُڑے رہے تب تب اپنے جواہر بکھراتے رہے، اسکو زرخیز رکھا اور جب بلندیوں پر اپنا مسکن بنایا تو آسمان کو منور کررہے ہیں کتاب کی پشت پر دائیں جانب صاحبِ کتاب کی خوب رو تصویر ہے۔کشادہ پیشانی اور روشن آنکھوں کے ساتھ شائد گویا ہیں” اس کتاب کے اوراق الٹئے، پلٹئے، اس میں میرے احساسات ہیں ۔ جذبات کی ترجمانی ہے۔خیالات کا میلان ہے۔حادثات سے تجربات ہیں ۔کچھ واقعات ہیں جو دل کے قریب ہیں۔ اُن صاحبِ آفاق کے مضامین ہیں جنہوں نے شاعری سے دلوں پر حکمرانی کی ہے نفسیات اور فلسفے کے ذریعہ ادب کو وہ رفعت عطا کی جس کی باعث آج ہماری زبان دیگر زبانوں کے ساتھ آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرتی ہے۔ مقابلہ کرتی ہے۔اپنے استاذِ محترم پروفیسر صادق صاحب (سابق صدر اردو دہلی، یونیورسٹی) کا بلرب چسپاں ہے۔ یہ وہ ہی استاذ ہیں جنہوں نے شاعری سے تقی صاحب کی توبہ کروائی اور نثر کی جانب توجہ کروائی ۔ جس کا اظہار انہوں نے اپنے تاثرات میں کیا ہے۔تقی صاحب کے لئے یہ اعزاز بھی ہے اور حسن اتفاق بھی کہ جس استاذ نے انکی تخلیقی صلاحیتوں کو اُبھارا آج وہی استاذ انکی تخلیق پر تعریفی اشتہار(بلرب) تفویض کرتے ہوئے گویا ہیں کہ ”اردو صحافت کی صحت مند روایت ایسے ہی (محمد تقی)جیالے صحافیوں سے قائم ہے“۔انتساب کو صاحبِ کتاب نے اپنی انوکھی اختراع کے ذریعہ ”بہارِ آرزو“ دعا پر منسوب کیا ہے۔ اپنے مالکِ حقیقی سے وہ بخششوں کے ملتجی ہیں۔ مدینہ کی گلیوں کی تمنا دل میں لئے، وہاں کے سرسبز و شاداب پھولوں کی کیاریوں میں اپنے ربِ حقیقی کا ذکر لبوں پر لئے روح پروازی کی آرزو یقیناً قارئین کو جذباتی اور دیدہ پرنم کردے گی۔اسلم مرزا صاحب، ارتکاز افضل صاحب، کمال الدین صدیقی صاحب جو صاحبانِ طرز میں شمار ہیں۔ان ناقدین کی نکتہ فہمی سے گزرتے ہوئے کتاب طباعت کے مرحلے سے گزر چکی ہے۔کم وبیش 30 مضامین پر محیط اس کتاب میں فیضؔ پر لکھا ہوا مضمون تحقیقی اور معلوماتی ہونے کے علاوہ فیض کی کلاسکی رومانیت اور انکے شاعری کے ادوار کا احاطہ کرتا ہے۔فیض احمد فیض پر کئی صاحبِ قلم نے قلم فرسائی کی ہے۔لیکن صاحبِ کتاب کے کی تحقیقی مقالے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ فیض پر ابھی بہت لکھا جاسکتا ہے اور بہت لکھنا باقی ہے۔تقی صاحب نے اس مضمون میں قارئین کی دلچسپی کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ ”رومانی عصری حسیت کا شاعر“ کے عنوان سے انہوں نے فیض کی شاعری کے ادوار کو بہ اعتبار موقع اور حالات تقسیم کیا ہے۔وقت کے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں کو پُرکیف انداز میں پیش کیا ہے۔اپنے مضمون میں فیض کی انقلابی اور سیاسی فکر کی آمیزش رومانیت کے ساتھ ملکر جو گل کھلاتی ہے اس کو ڈھونڈ کر قارئین کے درمیان موثر اسلوب سے پیش کرنے کے ہنر سے اندازہ قائم کیا جاسکتا ہے کہ محمد تقی نے نہ صرف فیض کو پڑھا ہے، سمجھا ہے بلکہ بہت حد تک محسوس بھی کیا ہے۔فیضؔ احمد فیض، صاحبِ کتاب کا محبوب شاعر ہے اس جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ اپنی نثر میں فیضؔ کے اشعار کا برجستہ استعمال کرتے ہیں۔ساحرؔ کے بچپن، حالاتِ زندگی، گزرنے والی تلخیاں، حالات کی محرومیاں کو ”ساحر بچپن، معاشقے، نظریہ حیات“ کے عنوان سے کتاب کی زینت بنائی ہے ۔انکی عشق بازیوں کو بلا ردو انتخاب پیش کیا ہے۔ کچھ قلمکاروں کی رائے کو منسوخ کرتے ہوئے ساحر کو اشتراکی، کمیونسٹ نظریات کے حامی اور ترقی پسند تحریک سے وابستگی کو ان ہی کی شاعری پر مدلل کیا ہے۔بطورِ دلیل کچھ ساحر کے اشعار کی نشاندہی کی ہے۔دکن کے قدآور شعراء میں یقیناً بشر نوازؔ کا نام بہت احترام سے لیا جاتا ہے۔جنہوں نے شعری روایت کو پوری دینا میں زندہ رکھا ہے۔صاحبِ کتاب بشر نوازؔ کی تخلیقیات پر کچھ اس طرح رقم طراز ہیں، ”کہتے ہیں کہ 35 سالہ تنقیدی مطالعہ کے دوران انہوں نے بشر نواز کو کبھی کسی تحریک یا ادبی رجحان یا ستی نعرہ بازی کی گھن گھرج کے پیچھے نہیں پایا ہے“۔بشر نواز کے رجحان کی ذمہ داری وہ بڑے وثوق کے ساتھ اٹھاتے ہیں۔تقی صاحب نے بشر نوازؔ کے لئے کہا کہ

”کچھ لوگ کتابوں کو پڑھ کر شاعری کرتے ہیں ۔لیکن بشرؔ کے یہاں ایسی کوئی کمزوری نہیں ہے۔ انہوں نے چہروں کو پڑھ کر اپنے جذبات اور احساسات کو اپنے وشعروں میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی ہے“

بشر نوازؔ کی شاعری کو طرحدار شاعری کہا ہے جو اپنے اندر اور خارج کے واقعات کو تغزل کے لب و لہجے میں ڈھالتے ہیں ۔ جو اثباتاً اشعاروں پر دلیل کرتا ہے ۔ بشر نوازؔ پر کئی اسکالرس نے اپنے تحقیقی مقالے لکھیں ہیں، کئی کو ڈگریاں بھی تفویض ہوئی ہیں ۔ الغرض بہت کام بھی ہوا ہے اس کے باوجود محمد تقی نے بشر نوازؔ کے اچھوتے پہلوؤں کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے وہ موصوف کی ناقدانہ صلاحیت کی غمازی کرتا ہے۔آنکھ اور خواب کے درمیان کا شاعر کے ذریعہ وہ ندا کو خراجِ تعزیت پیش کرتے ہیں ۔یہ مضمون دراصل ندا فاضلی کی زندگی کے اتار چڑاو کی سچی کہانی ہے۔تقی صاحب نے نداؔ کی شاعری کو حالاتِ زندگی کے تغیرات سے عین مطابقت رکھنے والی شاعری پر تعبیر کیا ہے ۔ اخبار کے دفتر کے ایک کونے میں چادر بچھا کر سونے والے شخص کی قسمت اچانک کیسے موڑ لیتی ہے اسکی پوری روداد کو بہت خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ندا فاضلی کی شاعری، حالاتِ زندگی کے تغیرات کو بہت کم الفاظ میں لطیف رنگ دیتا ہوا تقی صاحب کا مضمون ان کے فنکارانہ لیاقت کی توثیق کرتا ہے۔محمد صادق صدر شعبہ اردو یونیورسٹی دہلی ، تقی صاحب کے استاذ محترم ہیں۔ اپنے استاد کے شفیق رویہ اور حکیمانہ مشوروں کو فخریہ اور والہانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔اپنی ترقی فن اور حاصلات کا سہرہ ان کے سر باندھتے ہیں۔ اپنی کالج کے دور کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے سرشار و مسرور نظر آتے ہیں۔صادق صاحب کی عادات اطوار، رویوں، تخلیقات، ان کی شاعری مصوری اور منجملہ اوصاف کو عقیدت مندی بیان کرتے ہیں ۔تقی صاحب کی نثر پر غور کیا جائے تو انکی تحریر پر رومانی احساسات اور رنگِ تغزل کی کیفیت نمایاں نظر آتی ہے ۔ یک بہ یک اپنے استاد کی حکایت کا خیال آتے ہی اپنے دامن کو اس سے بچا لیتے ہیں ۔جو ایک استاذ اور شاگرد کے والہانہ رشتہ کا احساس دلاتا ہے۔مجتبیٰ حسین کی طنز ومزاح کی پرتوں کو اُجاگر کرتے ہوئے وہ کچھ اس طرح گویا ہوتے ہیں کہ ”ایک غم کی خبر سے دل اُبھرنے بھی نہیں پاتا کہ دوسری خبرِ غم کا تیر دل میں پیوست ہوجاتا ہے۔“ یہ اس وقت کی بات ہے جب کرونا جیسے مہلک امراض کی زد میں اپنے پرائے سب شکار ہوئے تھے۔ یکے بعد دیگرے موت کی خبریں ، پھر ناقابل یقین اطلاعات سے دل بیٹھ بیٹھ جاتا تھا۔اسی اثناء ایک خبر مجتبیٰ حسین کی بھی آتی ہے اور تقی صاحب کو مغموم کرجاتی ہے۔ مجتبیٰ حسین کی مزاح نگاری، انشائیہ نگاری، خاکہ نگاری کی بے ساختگی کی جانب قاری کی توجہ مرکوز کرتے ہیں ۔انکی ذات کو انجمن پر تعبیر کیا ہے ۔انکی خوش مزاجی لطیفہ گوئی حاضر جوابی کا تذکرہ کرتے ہیں ۔حقیقت اور خواب کی رہگزر کا شاعر ”تقی صاحب کا تحقیقی وتنقیدی فن پارہ مجھے بہت پسند آیا۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ قلمکار کو سچا اور ایماندار ہونا چاہئے ۔جاوید ناصرؔ کی شعری اسلوب پر اپنی ناقدانہ رائے حقیقتاً فنِ تنقید نگاری ایک فنکار و ناقد سے اسی قسم کا تقاضہ کرتی ہے۔ کئی لکھاریوں نے غائبانہ تعارف کی بناء پر بھی کئی فنکاروں کے لئے اچھے مضامین رقم کئے ہیں۔لیکن روز کے ملنے جلنے والے، راست گفتگو کرنے والوں کی بات ہی الگ ہوتی ہے۔جاوید ناصرؔ صاحب کے ساتھ تقی صاحب کا تعلق بھی اسی نوعیت کا تھا۔اس مضمون کے ذریعہ ناصر کی پوشیدہ صلاحیتوں کے بارے میں قارئین کے لئے کئی انکشاف ہیں۔ ویسے علامتی شاعری کے دو ناموں میں ندا فاضلی اور جاوید ناصر نے اپنی منفرد شناخت بنائی ہے۔ باجود اسکے تقی صاحب نے جاوید ناصر کے وہ پہلوؤں کے جانب قاری کی توجہ مبذول کرائی ہے جسے اکثر مبصرین نے یا تو نظر انداز کیا ہے یا پھر اس کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا ہے۔ جدیدیت پسند وں کے یہاں جنسی لذت پسندی عام موضوع رہا ہے۔لیکن ناصرؔ نے کبھی اس خرابی کو اپنی شاعری کا موضوع نہیں بنایا ۔ بلکہ اپنی نئی ڈگر کا انتخاب خود کیا جسکی معقول وجہ بھی تقی صاحب نے نکالی ہے جسکو اس کتاب کا قاری ضرور محسوس کرے گا ۔یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ جاوید ناصر علاقہ دکن کے جدید لب ولہجہ کے شعراء میں نئی وضع داریوں کی ساتھ اپنی انوکھی شناخت رکھتا ہے۔ پروفیسر یونس فہمیؔ، نور اللہ خان، فہیمؔ احمد صدیقی، مولوی نصرت صدیقی، عارف خورشید، غفار راہی، محمود علی سحر، سہیل رضوی، انیس الحق قمر، میر تراب علی، سلیم محی الدین، رشید انجینئر، ایڈوکیٹ بہاء الدین صاحب، پر تقی صاحب نے ان شخصیات پر مضامین شامل کئے ہیں۔ جن سے ان کی روز و شب اور نشست و برخاست ہوا کرتی تھی ۔ یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے شہر میں اردو زبان و ادب کو زندہ رکھا۔اس کی آبیاری کی ہے۔ کچھ بقید حیات ہیں اور متعدد دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ مضامین میں ان حضرات کے کمالات، فن اور شخصیت کو موضوع بنایا ہے۔تقی صاحب نے اپنے اخبار میں کئی مسائل پر اپنا قلم اٹھایا ہے۔مختلف موضوعات پر عمدہ تحریر یں لکھیں ہیں۔جس کی لمبی چوڑی فہرست ہے جو ملک کے مشہور و معیاری اخبارات میں شائع ہوئے ہیں ۔ اس کتاب میں وہی مضامین کو جگہ دی ہے جو انکے دل کے بے حد قریب ہے۔فیض احمد فیض سے لیکر اس دور کے تقریباً معروف شعراء، ادیبوں اور قلمکاروں پر موثر ادبی تنقید یں کی ہیں ۔ موصوف کے قلم کو صحافت تک ہی محدود رکھنا انکے منجملہ اوصاف کے ساتھ ناقدری ہوگی، ناانصافی ہوگی ۔ اس کتاب کا قاری از خود اندازہ قائم کرلے گا کہ وہ ایک کامیاب فکشن نگار بہترین ناقد اور عمدہ تخلیقی ذہن کے مالک بھی ہیں۔ قاری یہ بھی محسوس کرے گا کہ صاحب کتاب نے انسانی نفسیات کا باریکی سے فہم وادارک کیا ہے۔جہاں عمیق مطالعہ کی بنیاد پر بڑے فنکاروں کے فن پاروں پر نقد کیا ہے، وہیں عزیز واقرباء اور اپنوں کے بچھڑ جانے پر تعزیت میں مغموم ہوجانے والی کیفیت انکی سادہ دلی اور انسان دوستی کا استحقاق بجالاتی ہے۔تمام مضامین بہ اعتبار فن، شخصیت، اردو ادب کے طالب علموں کے لئے بہترین سرمایہ ثابت ہوگی۔اپنی تیس پینتیس برسوں پر محیط تخلیقی فن پارے بنام ”مٹی کے چاند ستارے“ دراصل صاحب کتاب کا علمی، قلمی سفر ہی نہیں بلکہ انکی گوناں گوں صلاحتیوں اور خدمات کا مظہر ہے۔سخن طرازوں سے قائم حساس رشتہ کا اظہار ہے جو کتابی شکل میں نمایاں ہے۔کتاب عنقریب چاہنے والوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔یہ کتاب جہاں سنجیدہ قارئین کے ذوق کا سامان ہوگی وہیں نئے لکھنے والوں کو بڑی حد تک رہنمائی ملے گی۔

الٹ رہی تھیں ہوائیں ورق ورق اسکا
لکھی گئی تھی جو مٹی پہ وہ کتاب ہے یہ

ریاستی حکومت کے ثقافتی پروگرام کے موقع پر موسیقارِ اعظم نوشاد علی (مرحوم) سے ”ورقِ تازہ“ کے مدیر محمد تقی ملاقات کرتے ہوئے۔ان کے بازو نوشاد علی، احسان علی خان (مرحوم) اور محمد تقی شاداب۔

ناندیڑ: شہر ناندیڑ میں آل انڈیا مشاعرے کے موقع پر مشہور ترقی پسند شاعر مجروح سلطان پوری سے گفتگو کرتے ہوئے محمد تقی دیکھے جاسکتے ہیں۔(ایک یادگار تصویر)

”مٹی کے چاند ستارے“ (آسمان ادب پر)

مصنف: محمد تقی

تبصرہ نگار
ڈاکٹر جاوید کمال
(مدیر ریختہ نامہ، حیدرآباد)

جناب محمد تقی مدیر اعلیٰ ورق تازہ ناندیڑ نے اپنے تنقیدی، تحقیقی و تاثراتی مضامین کا مجموعہ ”مٹی کے چاند ستارے“ بذریعہ پوسٹ میرے پاس بھیج دیا۔خوبصورت سرورق اور اس سے بھی زیادہ کتاب کا عنوان دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی ۔ میں یہ سوچ کر بھی خوش تھا کہ چلو میرے ادبی خزانے میں ایک اور قیمتی اور معلوماتی کتاب کا اضافہ ہوگیا ہے۔لیکن میری خوشی اس وقت کافور ہوگئی جب تقی بھائی نے کتاب پر تبصرہ کرنے کا حکم دیدیا۔تحفتاً ملی کتابیں جمع کرلینا اور کبھی کبھار ورق گردانی کرلینا اور بات ہے۔(جو اکثر لوگ کرتے ہیں) لیکن کسی کتاب پر تبصرہ کرنا مجھ جیسے طفلِ ادب کے لئے جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔وہ بھی تقی بھائی جیسے کہنہ مشق ودیانت دار صحافی، مشفق استاذ، انشائیہ نگار، مضمون نگار، محقق، تنقید نگار اور سیاسی تجزیہ نگار کی کتاب ”مٹی کے چاند ستارے“ ۔!بہت ممکن تھا کہ ہم تھوڑی بہت ہمت جٹا کے آسمانی چاند ستاروں کے بارے میں علامہ اقبال کی نظم کا سہارا لے کر شاید طبع آزمائی کرلیتے ۔لیکن یہ ”مٹی کے چاند ستارے“!ہم بہت کوشش کرتے رہے لیکن موڈ بن ہی نہیں رہا تھا۔آپ جانتے ہیں کہ اس عمر میں کسی بھی کٹھن کام کے لئے موڈ بنانا کتنا مشکل ہوتا ہے۔کتاب کی رسم اجراء کی تاریخ طے ہوچکی تھی اور تقی بھائی کی طرف سے نہ صرف تبصرہ کا حکم تھا بلکہ رسم اجراء کی تقریب میں جو ناندیڑ میں منعقد ہونے والی تھی شرکت کرنے کو Mandatory قرار دیدیا گیا۔”مرتا کیا نہ کرتا“ کے مصداق ہم نے بڑی عقیدت سے تقی بھائی کی کتاب کو جو بک شیلف میں آسمانِ ادب کی کتابوں کے بیچ چاند ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھی نکالا اور خامہ وقرطاس لے کر بیٹھ گئے ۔اور مٹی کے چاند ستاروں کی روشنی میں کچھ لکھنے کی جستجو کرنے لگے۔اللہ نے ان گنت چاند ستاروں کی تخلیق کی ہوگی اور آسمان دنیا کے ساتھ ساتھ نہ جانے اور کہاں کہاں جڑ دیا ہوگا۔ہمیں علم نہیں۔لیکن تقی بھائی کی دیدہ ورنگاہیں بقول علامہ اقبال کے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی رہی
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زمین پر جڑے گئے اپنے اطراف کے کچھ چاند ستاروں کی شناخت کرلی اور انہیں آسمان ادب پر ٹانک دیا۔کسی بھی صحافی کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ دیانت دار ہو۔ ایسے دور میں جبکہ چند بکاؤ صحافی اور ایک مخصوص گروہ کی جانبدرانہ صحافت قارئین وناظرین کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہی ہے وہیں ایسے ماحول میں تقی بھائی جیسے صحافی دیانت داری کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں اور یہی دیانت داری مٹی کے چاند ستارے کے تمام مضامین میں روشن نظر آتی ہے۔تقی بھائی نے اپنے دیرینہ صحافتی وتخلیقی تجربہ کی روشنی میں ان چاند ستاروں کا آسمانِ ادب میں مقام ومرتبہ متعین کردیا کہ وہ آسمانِ ادب پر قارئین ادب سے کتنے فاصلے پر ہیں‘ ان کی چمک سے راہ روِ ادب کو ادبی راہ طے کرنے میں کہاں تک راہ نمائی حاصل ہورہی ہے‘ ستاروں اور چاند کی چمک میں یہ تضاد کیوں ہے اور جو ستارے معدوم ہوگئے ہیں یا عام قاری کی قوت بینائی سے دور پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہے ہیں۔ یہ سب کچھ تقی بھائی نے اپنی کتاب میں متعین کر کے ایک خوبصورت کتاب کی شکل میں ادبی دستاویز تخلیق کردی ہے۔عام طور پر مصنف‘ مولف یا شاعر حضرات ادار یہ کو اپنے والدین‘ اساتذہ کرام یا ادب نواز دوستوں کے نام معنون کرتے ہیں لیکن تقی صاحب نے ایک نیک اور سچے بندۂ خدا اور سچے عاشق رسول کی طرح اپنے دلی جذبات واحساسات کا اظہار کیا ہے۔ہم ان کی دلی آرزو پر آمین کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔اب رہی بات مضامین کی تو 224 صفحات پر محیط اس کتاب میں بیس (20) مضامین۔تنقیدی وتحقیقی موضوعات‘ عنوانات اور خاکوں پر مشتمل ہیں جبکہ ”رفتگاں“ عنوان سے (9) نو مضامین تعزیتی وتاثراتی زمرہ کے تحت شامل کئے گئے ہیں۔اس کتاب میں یادگار تصویریں ہیں۔تقی صاحب کی مختصر سوانح حیات بھی ہے۔اسلم مرزا صاحب نے پیش لفظ میں‘ ڈاکٹر ارتکاز افضل اور محمد کمال الدین صدیقی ساجد صاحب کے بیش قیمت تبصروں نے مٹی کے چاند ستارے کو اور منور کردیا۔اس کتاب میں تقی صاحب نے جہاں بین الاقوامی شہرت کے حامل فیضؔ‘ ساحرؔ اور ندا فاضلی جیسے شعراء کے فن کا خوبصورت تجزیہ کیا ہے وہیں کل ہند اور ریاستی سطح کے ممتاز شعراء، ادیبوں اور خاکہ نگار کی شخصیت اور فن پر پُرمغز مضامین تحریر کئے ہیں جن کے مطالعہ سے ان شخصیات کی حیات اور فن کے بہت سے پہلو نمایاں ہو جاتے ہیں، کتاب کے دوسرے حصے جسے ”رفتگاں“ کا نام دیا گیا ہے اس حصے میں مصنف نے ایسے مشاہیر ادب کے سانحہ ارتحال پر تعزیتی مضامین تحریر کئے ہیں جن کی رحلت سے نہ صرف ذاتی طور پر مصنف کو دلی صدمہ پہنچا ہے بلکہ اردو ادب اور سماج کے ایک مخصوص طبقے کے لئے بھی اُن کی موت ایک نقصان عظیم ہے اور ان مرحومین نے اپنی ادبی وسماجی خدمات کے ان مٹ نقوش لوگوں کے دلوں پر چھوڑے ہیں۔میں نے جناب اسلم مرزا کے پیش لفظ اور ڈاکٹر ارتکاز افضل اور محمد کمال الدین صدیقی ساجد صاحب کے سیر حاصل اور جامع تبصروں کے بعد ”سورج کو چراغ دکھانا“ کے مصداق خود کو مزید کوئی تبصرہ کرنے کا اہل نہیں سمجھتا۔میں محمد تقی صاحب کو اُن کی سرپرستی میں پوری آب وتاب کے ساتھ شائع ہونے والے اردو روزنامہ ”ورق تازہ“ کے تیس سال کی تکمیل پر منائے جانے والے جشن اور اُن کی پہلی نثری تصنیف ”مٹی کے چاند ستارے“ کی رسم اجرائی کے پُرمسرت موقع پر انہیں اور ان کے فرزند جناب تقی شاداب مدیر ”ورق تازہ“ اور جمیع اسٹاف کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ تقی بھائی کا یہ صحافتی وادبی سفر اسی طرح کامیابی کے ساتھ اپنی منزلیں طے کرتا رہے (آمین)

روزنامہ ”ورقِ تازہ“ کا 30 سالہ جشن
اور جناب محمد تقی کی تصنیف
”مٹی کے چاند ستارے“ کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک
صدر معلمہ
ثناء انٹرنیشنل ثناء پرائمری وہائی اسکول،
چیتنیہ نگر، ناندیڑ

روزنامہ ”ورقِ تازہ“ کا 30 سالہ جشن اور جناب محمد تقی کی تصنیف
”مٹی کے چاند ستارے“ کا اجراء پر مبارکباد
نیشنل انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ
مال ٹیکری روڈ، دیگلور ناکہ، ناندیڑ

ڈاکٹر خورشید احمد صدر — غلام مصطفیٰ عرف عبدالصمد نائب صدر — ایڈوکیٹ عبدالرحمٰن صدیقی جنرل سکریٹری — شیخ قریشی جوائنٹ سکریٹری
مبارک شیخ (خازن)، عبدالقیوم (ریمنڈ شوروم) جوائنٹ سیکریٹری
اور تمام ممبران مجلس انتظامی نیشنل انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، ناندیڑ

روزنامہ ”ورقِ تازہ“ کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی کی تصنیف ”مٹی کے چاند ستارے“ کا اجراء
ڈاکٹر ذاکر حسین انجمن تعلیم ناندیڑ کی جانب سے
مبارک
ایڈوکیٹ ایم زیڈ صدیقی لا، کالج، ناندیڑ
حضرت فاطمہ گرلز اُردو جونیئر کالج، ناندیڑ
(۱) حضرت فاطمہ تربیت اطفال (۲) بلقیس بیگم مدرسہ تحتانیہ نسوان
(۳) حضرت فاطمہ مدرسہ فوقانیہ نسوان
(۴) ڈی ایڈ کالج (۵) بی ایڈ کالج (۶) نرسنگ کالج

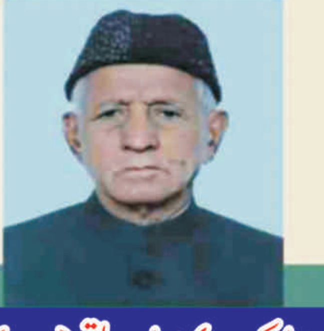
ایڈوکیٹ شہزان صدیقی (سکریٹری) — ایڈوکیٹ ایم زیڈ صدیقی (صدر)

روزنامہ ”ورقِ تازہ“ کا 30 سالہ جشن
اور جناب محمد تقی کی تصنیف
”مٹی کے چاند ستارے“ کا اجراء
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارک
حضرت عمر فاروقؓ ہائی اسکول
عمر کالونی، ناندیڑ

روزنامہ ”ورقِ تازہ“ کا 30 سالہ جشن
اور جناب محمد تقی کی تصنیف
”مٹی کے چاند ستارے“ کا اجراء
प्रोप्रा. मो. अलतमश 7218023777 अल्हाज मो. साजीद 9764743590 मो. रेहान 8530777952
रेहान ज्वेलर्स — ریحان جیولرس
पता : नियर सराफा मस्जिद सराफा बाजार, नांदेड.
हमारे यहाँ हाल मार्क और ९१६ के जेवरात माहिर कारागिर की निगरानी में तैयार होते है.
और सोने के अरबी व तुर्की डिझाइन के उमदा और खुबसुरत जेवरात तयार और ऑर्डर पर भी मिलते है.

SUN.4.Aug.2024
VOLUME:19 NO: 198
PRICE: 3=00
Mob:8055362952
Pages:4+4=8

Established:May1994 قائم شدہ: مئی 1994

روزنامہ
ورقِ تازہ ناندیڑ

THE WARAQU-E-TAZA URDU DAILY NANDED

RNI No. MAHURD/2006/16935
ناندیڑ اور پربھنی سے علاحدہ ایڈیشن کی اشاعت
waraquetaza.com
waraquetaza.com/E-paper

بروز اتوار 4/ اگست 2024
جلد:19 شمار 198
29/ محرم الحرام 1446ھ
قیمت:00=3 روپے
صفحات:8=4+4

Email:waraquetazadaily@yahoo.co.in- waraquetazadaily@rediffmail.com
HON'RY EDITOR :Mohd.Taqui (M.A,B.Ed) اعزازی مدیر: محمد تقی (ایم۔اے بی۔ایڈ)

Alhaj Md. Javeed 8888 96 1111
Md. Younus 8888 95 1111
Md. Tajammul 8888 94 1111
Md. Awes 8888 93 1111
MUSKAN JEWELLERS
مُسکان جیولرس
سونے کے زیورات کا وسیع اور عمدہ شوروم
صرافہ بازار، چوک، ناندیڑ۔

الحاج قاضی نوید محی الدین صدیقی
M.: 9960532993
7249532993
کنگن جویلرس
KANGAN JEWELLERS
اسحاق ٹاور، صرافہ بازار، چوک، ناندیڑ۔
ہمارے پاس ترکش، کویتی، عربی سونے کے زیورات تیار اور آرڈر کے مطابق بنا کر دیے جاتے ہیں۔

Alhaj Md. Javeed 8888 96 1111
Md. Younus 8888 95 1111
Md. Tajammul 8888 94 1111
Md. Awes 8888 93 1111
MUSKAN JEWELLERS
مُسکان جیولرس
سونے کے زیورات کا وسیع اور عمدہ شوروم
صرافہ بازار، چوک، ناندیڑ۔

شہید اسماعیل ہنیہ دوحہ میں یوسف القرضاوی کے پہلو میں سپردِ خاک

جلوس جنازہ میں ہزاروں افراد شریک، تدفین میں خاندان کے قریبی افراد بشمول بیٹی سارہ موجود

دوحہ: حماس کے سربراہ شہید اسماعیل ہنیہ کی نماز جنازہ دوحہ کی مرکزی مسجد امام محمد بن عبدالوہاب میں ادا کی گئی، نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ امیر قطر شیخ تمیم بن حمد اپنے والد شیخ حمد بن خلیفہ کے ساتھ شہید اسماعیل ہنیہ کی نمازہ جنازہ میں شرکت ہوئے۔ امیر قطر نے اسماعیل ہنیہ اور ان کے ساتھی وسیم ابوشعبان کی میت پر فاتحہ خوانی بھی کی۔ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں ترک وزیر خارجہ بھی شامل تھے جہاں انہوں نے حماس رہنما خالد معشل سے تعزیت بھی کی۔ اسماعیل ہنیہ کو دوحہ کے علاقہ لسیل میں سپرد خاک کیا گیا۔ حماس رہنما اسماعیل ہنیہ کی تصاویر اور فلسطینی پرچم اٹھائے سوگواروں کی بڑی تعداد جنازے میں شریک ہوئی۔ اسماعیل ہنیہ کی تدفین کے عمل میں محدود افراد کو شرکت کی اجازت دی گئی جن میں ان کی ایک بیٹی سارہ بھی شامل تھیں۔ سارہ نے ایک ویڈیو بھی پوسٹ کی ہے جس میں انہیں اپنے والد کی قبر کا بوسہ لینے سے قبل اس پر مقدس پانی چھڑکتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ اسماعیل ہنیہ کی بیٹی نے ایکس پر اپنی پوسٹ میں لکھا کہ 'اس وقت میں اپنی روح کو مٹی تلے دفن کر کے رخصت ہو رہی ہوں۔ میں ساری دنیا کا درد اپنے سینے میں لیے ہوئے جا رہی ہوں۔ واضح رہے کہ اسماعیل ہنیہ کو 31 جولائی کو ایران کے دارالحکومت تہران میں ایک حملے میں شہید کیا گیا تھا۔ گزشتہ روز ایران میں بھی اسماعیل ہنیہ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی تھی، نماز جنازہ ایران کے روحانی پیشوا آیت اللہ خامنہ ای نے پڑھائی تھی جس میں صدر مسعود پزشکیان سمیت اعلیٰ ایرانی عہدیداران بھی شریک ہوئے تھے۔ تہران میں شہید ہونے والے حماس رہنما اسماعیل ہنیہ کو قطر کے دارالحکومت دوحہ میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ ایران میں اسرائیلی حملے میں شہید حماس کے سربراہ اسماعیل ہنیہ کو دوحہ کے لوسیل قبرستان میں علامہ یوسف القرضاوی کے پہلو میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

بریلی کے موضع میں ایک مسلمان کا مکان نذر آتش

ہندو لڑکی کے اغوا کا الزام

بریلی (یوپی) 3/ اگست (ایجنسیز): دیہاتیوں کے ہجوم نے یہاں ایک مسلمان کے مکان میں مبینہ توڑ پھوڑ کی اور آگ لگادی۔ بھیڑ نے اس شخص پر ان کی برادری کی ایک عورت کے اغوا کا الزام عائد کیا۔ پولیس نے ہفتہ کے دن یہ بات بتائی۔ برہم مقامی لوگوں نے وہاں پہنچنے والے پولیس والوں پر بھی حملہ کیا۔ واقعہ جمعہ کی رات موضع چندوپورا شیونگر کا ہے جو سرولی علاقہ بریلی میں واقع ہے۔ ایس ایچ او سرولی پولیس اسٹیشن اور دیگر 2 پولیس والوں کو مبینہ لاپرواہی برتنے پر ہفتہ کے دن معطل کردیا گیا۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس بریلی انوراگ آریہ نے ہفتہ کی صبح بتایا کہ 29 جولائی کو منیکو لال کی 20 سالہ بیٹی اور 21 سالہ صدام چندوپورا شیونگر سے لاپتہ ہوگئے تھے۔ یہ دونوں یکم اگست کو پولیس کو دستیاب ہوئے۔ لڑکی کے باپ اور دیگر دیہاتیوں کی گزارش پر لڑکی کو اس کی فیملی کے حوالہ کردیا گیا۔ منیکو لال نے لکھ کردیا کہ وہ نوجوان کے خلاف کوئی شکایت درج نہیں کرائے گا۔ لڑکی کی مرضی سے اسے اس کی فیملی کے حوالہ کیا گیا اور صدام کو پوچھ تاچھ کے لئے حراست میں لیا گیا۔ اس کے باوجود جمعہ کی رات 11 بجے کے آس پاس شرپسند عناصر، صدام کے مکان میں گھس پڑے انہوں نے توڑ پھوڑ کے بعد مکان کو آگ لگادی۔ اطلاع ملتے ہی پولیس ٹیم وہاں پہنچی۔ بھیڑ نے ٹیم پر بھی حملہ کردیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے کراس ایف آئی آر درج کرائی گئی۔ ایس ایس پی نے بتایا کہ ایس ایچ او سرولی پولیس اسٹیشن لوسروہی، سب انسپکٹر ستیہ ویر سنگھ اور ایک کانسٹیبل کو لاپرواہی برتنے اور ایف آئی آر درج نہ کرنے پر معطل کردیا گیا۔ چندوپورا شیونگر کی صورتحال اب نارمل ہے اور وہاں نظم و ضبط کی برقراری کے لئے پولیس فورس تعینات کردی گئی۔

اسماعیل ہنیہ کو شہید کرنے اسرائیل نے کس کی مدد حاصل کی، حیران کن انکشاف

یروشلم: فلسطینی تحریک حماس کے سیاسی رہنما اسماعیل ہنیہ کو ہلاک کرنے والا دھماکہ خیز آلہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد کے ذریعہ کرائے پر لئے گئے اسلامی انقلابی گارڈ کارپوریشن (آئی آر جی سی) کے ایجنٹوں کے ذریعہ نصب کیا گیا تھا۔ برطانوی اخبار نے آئی آر جی سی میں نامعلوم ذرائع کے حوالے سے یہ اطلاع دی۔ اس ہفتہ کے شروع میں نیویارک ٹائمز نے اطلاع دی تھی کہ ہنیہ کا قتل دو ماہ قبل تہران کے جس گیسٹ ہاؤس میں وہ قیام پذیر تھے ان کے کمرے میں اسمگل کیے گئے بم سے کیا گیا تھا۔ اخبار نے کہا کہ شمالی تہران میں آئی آر جی سی کے گیسٹ ہاؤس کے کمروں میں مبینہ طور پر تین دھماکہ خیز آلات نصب کیے گئے تھے۔ جہاں شہید لیڈر کا قیام متوقع تھا۔ آئی آر جی سی کے ایک اہلکار نے آئی آر جی سی کے اعلیٰ عہدے داروں کا حوالہ دیتے ہوئے دی ٹیلی گراف کو بتایا کہ وہ (ایرانی تفتیش کاروں) کو اب یقین ہوگیا ہے کہ موساد نے انصار المہدی سکیورٹی یونٹ کے ایجنٹوں کی خدمات حاصل کی تھیں، مزید تفتیش کرنے پر انہیں دو دیگر کمروں میں اضافی دھماکہ خیز مواد ملے۔ دو ایرانی حکام نے اخبار کو بتایا کہ ہنیہ کا قتل دراصل مئی میں ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کے جنازے کے دوران طے پایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ عمارت کے اندر ہجوم اور ناکامی کے زیادہ امکانات کی وجہ سے آپریشن کامیاب نہیں ہوا۔ آئی آر جی سی کے ایک ذریعے نے ٹیلی گراف کو بتایا کہ حماس کے سیاسی رہنما کا قتل ایران کی توہین اور آئی آر جی سی کے لیے ایک بڑی سلامتی کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس وقت تنظیم کی اندرونی تحقیقات جاری ہیں۔ حماس نے ہنیہ کی موت کا ذمہ دار اسرائیل اور امریکہ کو ٹھہرایا ہے اور جوابی کارروائی کا عزم ظاہر کیا ہے۔

امیت شاہ، احمد شاہ ابدالی کی اولاد: ادھو ٹھاکرے

پونے: شیوسینا (یو بی ٹی) صدر ادھو ٹھاکرے نے ہفتہ کے دن امیت شاہ کا تقابل 18ویں صدی کے افغان شاہ احمد شاہ ابدالی کی اولاد سے کیا۔ انہوں نے یہاں پارٹی میٹنگ سے خطاب میں بی جے پی پر تنقید تیز کردی۔ ادھو ٹھاکرے نے کہا کہ بی جے پی انہیں بالا صاحب ٹھاکرے کا فیک بیٹا اور شیوسینا (یو بی ٹی) کا ڈوپلیکیٹ صدر اور اورنگ زیب فین کلب کا صدر قرار دیتی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ امیت شاہ کیا ہے؟۔ افغان احمد شاہ ابدالی کا "ونشج" ہے۔ میں اب سے انہیں اسی نام سے پکاروں گا۔ کیا تمہیں مجھ پر میرے باپ پر یا ان کی قائم کردہ پارٹی پر انگلی اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ سابق چیف منسٹر، افغان فاتح احمد شاہ ابدالی (1772-1720) کا حوالہ دے رہے تھے۔ درانی سلطنت کے بانی نے 1745 تا 1767 ہندوستان پر 8 مرتبہ حملے کئے تھے۔ ادھو ٹھاکرے نے کہا کہ امیت شاہ یہاں احمد شاہ ابدالی کی طرح آتے رہتے ہیں، لیکن ہم یقینی بنائیں گے کہ بی جے پی یہاں دفن ہوجائے۔ ادھو ٹھاکرے نے یہ بھی کہا کہ شہنشاہ اورنگ زیب کا ماموں شائستہ خان دانا آدمی تھا، جس نے 1666 میں شیواجی مہاراج کے ہاتھوں اپنے تین لڑاکے گنوانے کے بعد مہاراشٹرا کا پھر کبھی رخ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ شائستہ خان کی کبھی واپسی نہیں ہوئی۔ اگر بعض لوگ اس جیسی دانائی دکھائیں تو وہ مہاراشٹرا کے عوام کے جوتے کھانے کے لئے بار بار مہاراشٹرا نہیں آئیں گے۔ ادھو ٹھاکرے نے سابق آر ایس ایس صدر بالا صاحب دیورس کے اس وقت کی وزیراعظم اندرا گاندھی کو لکھے گئے مکتوب کے کچھ حصے پڑھ کر سنائے۔ اندرا گاندھی نے ایمرجنسی (77-1975) کے دوران آر ایس ایس پر امتناع عائد کردیا تھا۔

انٹلی جنس الرٹ پر دہلی میں اسرائیلی سفارتخانہ کی سیکوریٹی میں اضافہ

نئی دہلی: تہران میں حماس کے رہنما کی ہلاکت کے بعد انٹلیجنس ایجنسیوں کے الرٹ پر دہلی پولیس نے دارالحکومت میں اسرائیلی سفارت خانہ اور سبت ہاؤز کی سیکوریٹی کا جائزہ لیا اور سیکوریٹی میں اضافہ کیا گیا۔ ذرائع کے بموجب سینئر عہدیداروں نے ایک اجلاس منعقد کیا کی تا کہ قومی دارالحکومت میں 2 اسرائیلی عمارتوں کے اطراف زبردست سیکوریٹی کی منصوبہ بندی کی جائے۔ ایک سینئر عہدیدار نے بتایا کہ کئی گھیروں والی سیکوریٹی پہلے سے موجود ہے۔ دونوں عمارتوں کے اطراف کئی سی سی ٹی وی کیمرے لگے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر مزید فورس تعینات کی جائے گی۔

تاج محل میں گنگا جل چھڑکنے پر 2 شرپسند گرفتار

تاریخی عمارت تاج محل نہیں شیومندر ہونے کا دعویٰ

آگرہ: 17ویں صدی کی یادگارِ محبت تاج محل میں ہفتہ کی صبح گنگا جل چھڑکنے پر 2 افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔ یہ لوگ پلاسٹک کی بوتلوں میں گنگا جل لیکر آئے تھے۔ دونوں کا ویڈیو سوشیل میڈیا پر وائرل ہونے پر انہیں گرفتار کیا گیا جس میں وہ پانی چھڑکتے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اُن کی دلیل ہے کہ تاج محل تاریخی عمارت نہیں ہے بلکہ شیومندر ہے اور انہوں نے اوم لکھے ایک اسٹیکر پر پانی چھڑکا۔ پولیس نے یہ بات بتائی۔ تاج محل کا نام بدلنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اکثر و بیشتر یہاں آرتی یا پوجا کی کوششیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ مقامی سطح پر عدالت میں ایک کیس بھی چل رہا ہے جس میں پوجا پاٹھ کی اجازت مانگی گئی ہے۔ ہندوتوا آئیڈیالوجی والے تاج محل کو اکثر تیجو مہالئے کہتے ہیں۔ آگرہ سٹی کے ڈی سی پی سورج رائے نے بتایا کہ دونوں تاج گنج پولیس اسٹیشن میں زیر حراست ہیں اور تحقیقات جاری ہیں۔ پوچھ تاچھ پر مزید تفصیلات سامنے آنے کی امید ہے۔

تبدیلی مذہب، ماں کی شکایت پر بیٹی گرفتار

تھانے: مہاراشٹرا کے ضلع تھانے کے الہاس نگر علاقہ میں کے وٹھلواڑی میں تبدیلی مذہب کے کیس میں ایک اور ایک شخص کو عورت کی ماں کی شکایت پر گرفتار کرلیا گیا۔ وٹھلواڑی پولیس اسٹیشن کے عہدیداروں نے بتایا کہ الہاس نگر کی رہنے والی ایک عورت نے شکایت درج کرائی کہ اُس کی بیٹی کو جبراً مسلمان بنایا گیا۔ شکایت کے مطابق عورت نے خاندان کے ایک قریبی شخص کے زیر اثر اور ایک متنازعہ اسلامی مبلغ کی ویڈیوز دیکھ کر ہندومت چھوڑ دیا۔ دھرم پریورتن اس وقت ہوا جب شکایت کنندہ جون 2024ء میں لندن میں تھی۔ اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ تبدیلی مذہب کے بعد اس کی بیٹی غائب ہوگئی تھی۔ 2024ء میں اسے الہاس نگر اور امبرناتھ مندر ٹرسٹ کا ایک مکتوب ملا تھا جس سے اس کی بیٹی کے تبدیلی مذہب کی توثیق ہوئی۔ دھرم پریورتن کے بعد اس کی بیٹی نے اپنے باپ کے کھاتہ سے پیسے نکالے۔ جمعرات کے دن کیس درج ہوا۔ شکایت کنندہ کی لڑکی کو ایک اور شخص کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا، جبکہ 8 افراد فرار ہیں۔ دونوں کو آج عدالت میں پیش کیا گیا جہاں سے انہیں 3 دن کی پولیس تحویل میں دے دیا گیا۔

اعظم خان کی جوہر یونیورسٹی میں دو عمارتیں سیل

رام پور: یوپی انتظامیہ نے ہفتہ کو سماج وادی پارٹی کے سینئر لیڈر اور سابق وزیر، اعظم خان کی جوہر یونیورسٹی میں دشمن جائیداد قرار دی گئی زمین پر بنی دو عمارتوں کو سیل کرنے کی کارروائی کی۔ رپورٹ کے مطابق خالی کرانے کے لیے دیے گئے وقت کی تکمیل کے بعد اہلکار پولیس فورس کے ساتھ احاطے میں پہنچے اور یہ کارروائی انجام دی۔ الزام ہے کہ یہ عمارت جوہر یونیورسٹی میں نگران (کسٹوڈین) کی زمین پر ناجائز قبضہ کر کے تعمیر کی گئی تھی۔ واضح رہے کہ حال ہی میں ہائی کورٹ کے حکم پر جوہر یونیورسٹی میں 'کسٹوڈین آف اینمی پراپرٹی' یعنی دشمن جائیداد کے نگران نے پیمائش کرائی تھی۔ محکمہ ریونیو نے جوہر یونیورسٹی کیمپس میں واقع 13.8 ہیکٹر دشمن جائیداد کی پیمائش کر کے اسے کسٹوڈین کے حوالے کردیا گیا تھا۔ ایس ڈی ایم صدر مونیکا سنگھ نے 25 جولائی کو خالی کرنے کا نوٹس دیا تھا۔

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاند ستارے" کا اجراء
مبارک
منجانب
امجد سر (پرنسپل)
فیض العلوم جونیئر کالج وہائی اسکول ناندیڑ

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاند ستارے" کا اجراء مبارک

منجانب
فاروق حسین بدویل
سابقہ کارپوریٹر
ناندیڑ واگھالہ شہر میونسپل کارپوریشن ناندیڑ

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاند ستارے" کا اجراء

مبارک
منجانب
فاروق احمد
ریاستی ترجمان ونچت بہوجن مہا اگھاڑی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بضمن 30 سالہ جشن ورق تازہ
عالی جناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاند ستارے"
تقریبِ رسم اجراء
صدارت: عالی جناب ایڈوکیٹ قاضی محمد ذوالفقار الدین صدیقی
اجراء بدست: عالی جناب موہن اناہمبرڈے (ایم ایل اے، ناندیڑ جنوب)
مہمانانِ خصوصی
حضرت مولانا مفتی خلیل الرحمٰن قاسمی، ڈاکٹر محمد شبیہہ احمد (ممبرا)
عالی جناب سرفراز آرزو (ممبئی)، عالی جناب نورالحسنین (اورنگ آباد)
عالی جناب شفیع احمد قریشی، عالی جناب خالد سیف الدین (اورنگ آباد)
نظامت: پروفیسر ڈاکٹر نورالامین
سمینار
بعنوان: "سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا کے لئے چیلنج"
صدارت: عالی جناب سرفراز آرزو (ممبئی)
شرکاء: ڈاکٹر ارتکاز افضل (اورنگ آباد)، عالی جناب مرزا مصطفی علی بیگ جاوید کمال (حیدرآباد)، پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیع الدین ناصر (اورنگ آباد)، پروفیسر ڈاکٹر نورالامین (پربھنی)
نظامت: الطاف ثانی
اتوار 4 اگست 2024ء۔ صبح دس بجے مقام: ہوٹل اتیتھی، نزد شیواجی نگر پولیس اسٹیشن، ناندیڑ
الداعیان
محمد تقی شاداب — ایڈیٹر
محمود علی سحر — صدر استقبالیہ
ڈاکٹر محمد شارق — مالک نوجیون چلڈرن ہاسپٹل، نائیگاؤں
و جمیع اراکین 30 سالہ جشن "ورق تازہ" استقبالیہ کمیٹی، ناندیڑ

عالی جناب محمد تقی صاحب کی تصنیف کردہ
"مٹی کے چاند ستارے" کی رسم اجراء اور
روزنامہ "ورقِ تازہ" کی 30 سالہ خدمات پر
مسلم نمائندہ کونسل ناندیڑ
"عالی جناب محمد تقی صاحب" اور "ورق تازہ" کی مکمل ٹیم کو
دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

روزنامہ "ورقِ تازہ" کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی کی تصنیف "مٹی کے چاند ستارے" کا اجراء
مبارک

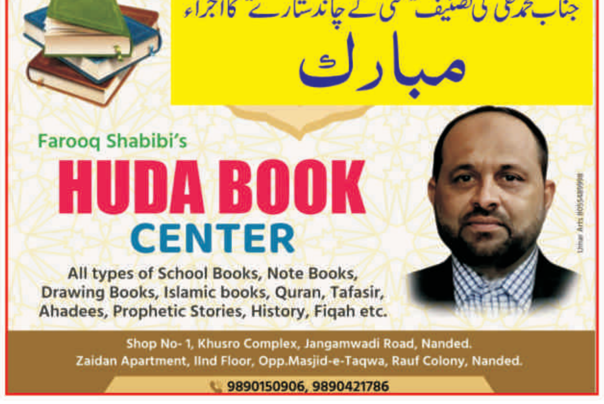

Farooq Shabibi's
HUDA BOOK CENTER
All types of School Books, Note Books, Drawing Books, Islamic books, Quran, Tafsir, Ahadees, Prophetic Stories, History, Fiqah etc.
Shop No- 1, Khusro Complex, Jangamwadi Road, Nanded.
Zaidan Apartment, IInd Floor, Opp.Masjid-e-Taqwa, Rauf Colony, Nanded.
9890150906, 9890421786

عصر حاضر میں اردو صحافت کا نقیب۔۔محمد تقی

ڈاکٹر ارشاد احمد خان
صدر شعبہ اردو

میرے لیے یہ بات نہایت ہی پر مسرت اور خوش آئین ہے کہ روزنامہ "ورق تازہ" اپنی اشاعت کے 30 سال مکمل کر چکا ہے۔ محمد تقی نے جس پامردی وبیباکی اور عزم وحوصلہ سے صحافتی زندگی کے نشیب وفراز کو عبور کیا اور حالات سے مرعوب نہ ہو کر انہوں نے اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اس اخبار کو ایک مثالی اخبار کی صف میں لا کھڑا کیا اس کے لیے وہ قابل مبارکباد ہیں۔ آج سے 30 سال قبل 1993 میں کامریڈ امام الدین یقین، امداد اللہ بیگ اشعر، ابراہیم اختر، اقبال مجید اللہ، محمد عبد الباسط خاں، محمد تقی اور اقبال قیصر قریشی وغیرہ ادب نواز دوستوں نے ایک سہ ماہی رسالہ پربھنی سے جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس میٹنگ میں ابراہیم اختر نے "ورق تازہ" یہ نام تجویز کیا چنانچہ سہ ماہی ورق تازہ کا پہلا شمارہ ابراہیم اختر کی ادارت میں پربھنی سے شائع ہوا محمد تقی اس کے مینیجنگ ایڈیٹر مقرر ہوئے لیکن چار شماروں کے بعد مالی دشواریوں کے مدنظر احباب نے مالی تعاون سے انکار کر دیا لیکن محمد تقی جیسے نوجوان باصلاحیت اور اردو دوست صحافی نے ہمت نہیں ہاری اور انہوں نے اپنے ذاتی خرچ سے اس رسالے کو روزنامہ اخبار کے طور پر نکالنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے احباب کو بھی اس فیصلے سے آگاہ کر دیا چنانچہ یکم مئی 1994 کو پربھنی سے "روزنامہ ورق تازہ" محمد تقی کی ادارت میں شائع ہوا۔ 22 مارچ 2006 کو اس اخبار کا ناندیڑ ایڈیشن جاری ہوا۔ 'روزنامہ ورق تازہ" روز اول سے ہی غیر جانبدارانہ پالیسی پر عمل پیرا رہا ہے۔ اس اخبار میں ہر سیاسی، ادبی، سماجی، تعلیمی وفلاحی خدمات انجام دینے والی تنظیموں اور انجمنوں کی خبروں اور مضامین کو شائع کیا جاتا رہا ہے۔ اداریوں میں جہاں مرکزی ریاست اور مقامی حکومتوں کی عوام مخالف پالیسیوں کی کھل کر مخالفت کی جاتی ہے وہیں حکومتوں کے فلاحی ترقیاتی کاموں اور پالیسیوں کی ستائش بھی کی جاتی ہے۔ صحافتی خدمات کے ساتھ ہی "روزنامہ ورق تازہ" سماجی ثقافتی اور تعلیمی خدمات کا بھی ایک طویل ریکارڈ رکھتا ہے۔ قومی سطح کے سیمیناروں اور مشاعروں کے انعقاد کا سلسلہ اج بھی جاری ہے جب بھی اس علاقے کے کسی معروف ادیب یا شاعر کی کوئی تصنیف شائع ہوتی ہے تو اس موقع پر ورق تازہ خصوصی گوشہ شائع کرتا ہے جو محمد تقی کی اردو دوستی کا بین ثبوت ہے چنانچہ معروف کلاسیکی شاعر مولانا محمد عمر صدیقی اطہر، پروفیسر یونس فہمی (سابق صدر شعبہ اردو پی این کالج ناندیڑ)، ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی (سابق صدر شعبہ اردو پی این کالج ناندیڑ)، ڈاکٹر سجاد احمد خان (سابق صدر شعبہ اردو این ایس بی کالج ناندیڑ)، ڈاکٹر سید شجاعت علی (سابق پرنسپل ایچ جے تھیم کالج جلگاؤں)، ڈاکٹر انیس الحق قمر (سابق صدر شعبہ اردو یشونت مہاودیالیہ ناندیڑ) اور معروف شاعر، ڈرامہ نویس وناظم مشاعرہ فیروز رشید ودیگر افراد کی ادبی خدمات اور ان کی نگارشات سے متعلق خصوصی گوشہ کی اشاعت ناندیڑ کی علمی وادبی شخصیات کی ایک اہم دستاویز ہیں۔ عیدین اور بزرگان دین کے اعراس کے موقع پر بھی "روزنامہ ورق تازہ" کی جانب سے خصوصی رنگین سپلیمنٹ کا اجراء کیا جاتا ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز، حضرت حبیب حسن العیدروس، حضرت مکھا شاہ ولی، حضرت احمد رضا خان بریلوی، حضرت انوار اللہ شاہ فاروقی، حضرت سرور مخدوم، حضرت محمود شاہ نقشبندی، بحر العلوم حضرت عبد القدیر صدیقی حسرتؔ اور دیگر بزرگان دین کی خدمات و تعلیمات کے سلسلے میں "ورق تازہ" کے خصوصی صفحات کی اشاعت محمد تقی کی اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے محبت وعقیدت کا بیّن ثبوت ہے۔ محمد تقی جہاں ایک بے باک صحافی ہیں وہیں وہ ایک بہترین ادیب وناقد بھی ہیں۔ ان کے تحقیقی وتنقیدی مضامین ملک کے مشہور ومعروف ادبی رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے تحقیقی وتنقیدی مضامین کو یکجا کر کے "مٹی کے چاند ستارے" اس عنوان سے شائع کر کے اپنے ادبی ذوق کی تکمیل کی۔ اس کتاب کی اشاعت پر میں انہیں صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ محمد تقی کی صحافتی، ادبی، لسانی، سماجی، تعلیمی اور صحافتی خدمات کے اعتراف میں مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈمی ممبئی نے سال 2003 کے لیے ریاستی "عزیز خسرو صحافتی ایوارڈ" اور حکومت مہاراشٹر کے محکمہ اطلاعات ونشریات نے 2005 کے لیے ریاستی "مولانا ابوالکلام آزاد صحافتی ایوارڈ" سے نوازا ہے۔ اس وقت "روزنامہ ورق تازہ" کی ادارت کے فرائض ان کے فرزند محمد نقی شاداب انجام دے رہے ہیں جنہیں 2010 میں ریاستی "ہارون رشید (علیگ) صحافتی ایوارڈ" کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ ملکی، غیر ملکی، ریاستی اور مقامی تازہ ترین اور معیاری خبریں، فکر انگیز اداریے، عمدہ مضامین، دلچسپ نگارشات کی اشاعت، اخبار کی عمدہ کتابت، گیٹ اپ، ترتیب و تزئین کے باعث آج "روزنامہ ورق تازہ" شہر ناندیڑ ہی نہیں بلکہ مراہٹواڑہ سے شائع ہونے والے اردو اخبارات میں منفرد وممتاز مقام رکھتا ہے۔ اب یہ اخبار انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ روزنامہ ورق تازہ کی بے پناہ مقبولیت روز افزوں ترقی محمد تقی کا ایک ایسا منفرد کارنامہ ہے جس کی وجہ سے انہیں عصر حاضر میں اردو صحافت کا نقیب کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

روزنامہ ورق تازہ کے ۳۰ سال

ڈاکٹر شیخ عمران
اسسٹنٹ پروفیسر، ناگپور

شہر ناندیڑ ابتداء ہی سے علم وادب کا مرکز رہا ہے۔ اردو صحافت کے اہم مرکز کے طور پر اسے پہچانا جاتا ہے۔ اس علمی وادبی گہوارے سے متعدد اردو اخبارات شائع ہوتے رہے جن کی چمک سے ناندیڑ کی ادبی دنیا روشن رہی اور آج بھی ہے۔ انہی اردو اخبارات میں ایک اہم اخبار ورق تازہ ہے۔ جس نے اپریل ۲۰۲۴ میں اپنے ۳۰ برس مکمل کر لیے ہیں۔ یہ ناندیڑ کی اردو صحافت کے لیے فخر کا باعث ہے کہ کسی اردو روزنامہ نے ۳۰ برسوں کا سفر کامیابی کے ساتھ طئے کیا ہے۔ یوں تو ناندیڑ سے کئی اردو اخبارات شائع ہو رہے ہیں لیکن اگر عوام تک ان کی رسائی کے حوالے سے بات کی جائے تو بہت کم اخبارات ہی لوگوں کے مطالعہ میں ہیں جن میں ورق تازہ بھی شامل ہے۔ اپنی زبان وتہذیب سے بلند ہو کر اعلی صحافتی معیار کو قائم رکھنے کی سعی ورق تازہ نے کی ہے۔ اخبار نکالنا ہمیشہ سے ہی بہت دشوار امر رہا ہے، اخبار نکالنا اور اسے جاری رکھنا یہ دو مختلف باتیں ہیں لیکن یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ محمد تقی صاحب گزشتہ ۳۰ برسوں سے معیاری روزنامہ شائع کر رہے ہیں۔ برقی صحافت کے دور میں مطبوعہ صحافت کی اہمیت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اردو اخبارات آج بھی اپنی نوعیت، معیار اور فن کے اعتبار سے اہمیت رکھتے ہیں جس کا بین ثبوت روزنامہ ورق تازہ ہے۔ مئی ۱۹۹۴ میں روزنامہ ورق تازہ کا پہلا شمارہ منظر عام آیا۔ تب سے لے کر آج تک اس نے صحافت کے معیار کو قائم رکھا ہے۔ ورق تازہ کئی اعتبار سے انفرادیت کا حامل ہے۔ یہ ایک ایسا روزنامہ ہے جس نے قومی، بین الاقوامی اور مقامی صورت حال سے نہ صرف قارئین کو باخبر رکھنے کی کوشش کی بلکہ ادب کی آبیاری میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اردو کے نامور شعراء وادباء کی پیدائش وفات کے موقع پر مختلف مضامین ورق تازہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ورق تازہ کی ۳۰ سالہ کامیابی میں معروف ادیب ونقاد محمد تقی صاحب کا اہم رول رہا ہے۔ ایک طویل عرصہ تک اس روزنامہ کے مدیر اعلی کی حیثیت سے انہوں نے فرائض انجام دیے آج بھی ورق تازہ کو تقی صاحب کی رہنمائی حاصل ہے۔ شہر ناندیڑ کے نامور صحافیوں میں وہ اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں۔ صحافت نہ مشغلہ ہے نہ پیشہ بلکہ یہ ایک مشکل ترین فن ہے۔ اس سے سچی وابستگی جنون بلکہ جنون مقدس کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس معاملے میں محمد تقی کامیاب نظر آتے ہیں۔ اردو صحافت سے محمد تقی کی دلچسپی تجارت نہیں بلکہ عبادت ہے۔ یہ روزنامہ محمد تقی صاحب کے فکر وعمل کا آئینہ ہے۔ آپ انتہائی فعال ومتحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ ہمہ دم اردو کے فروغ کے لیے کوشاں اور سرگرم رہتے ہیں۔ محمد تقی اپنے اندر اردو کی خدمت کا قابل قدر جذبہ رکھتے ہیں۔ متعدد اردو سیمینارس و کانفرنس میں شرکت کر کے محمد تقی نے مقالے پیش کیے ہیں۔ آپ ایک صاحب علم و ہنر ہیں۔ ادارت کی بھرپور صلاحیت آپ میں موجود ہے۔ روزنامہ ورق تازہ اس لیے بھی منفرد وممتاز ہے کہ اس کا سرکیولیشن دیگر اردو خبارات سے بہتر ہے۔ ورق تازہ آن لائن دستیاب ہونے کی وجہ سے اس کی رسائی دور دور تک ہے۔ حالات حاضرہ پر غیر معمولی اداریے اس روزنامہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں جس سے مدیر کی صلاحیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ محمد تقی صاحب کے فرزند نقی شاداب بھی اس روزنامہ سے وابستہ ہیں اور موجودہ میں مدیر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ بہت کم عمر میں نقی شاداب نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا اور آج ان کا شمار ناندیڑ کے نامور صحافیوں میں ہوتا ہے۔ صحافتی خدمات کے پیش نظر انہیں بہترین صحافی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ روزنامہ ورق تازہ عوام تک بہتر خبروں کی فراہمی کے ذریعے اپنی شناخت قائم رکھے ہوئے ہے۔ میں اس اہم موقع پر ورق تازہ کی پوری ٹیم خاص کر اس کے روح رواں محمد تقی صاحب اور مدیر اعلی نقی شاداب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں یہ روزنامہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔ آمین

ورقِ تازہ

علیم اسرار

بے باک علم سچ کی جھنکار ورق تازہ
ہے شہر صحافت کا معیار ورق تازہ

دنیا کی حقیقت کا شہکار ورق تازہ
مشہور زمانے میں اخبار ورق تازہ
ہوتے ہیں عیاں سب پر اسرار ورق تازہ
اس وقت کی ہے اجلی مہکار ورق تازہ

آئین ادب کی ہے تنویر ورق تازہ
مفہوم کی گہرائی تصویر ورق تازہ

منہ زور سیاست کی تشہیر ورق تازہ
خوش رنگ کتابت کی تفسیر ورق تازہ
ہر روز بکھرتی ہے تنویر ورق تازہ
افشاں ہیں زمانے پر توقیر ورق تازہ

ہر سمت منور ہے تفصیل ورق تازہ
کیسے کوئی لے آئے تمثیل ورق تازہ

شاداب نشاں جیسے راحیل ورق تازہ
ہر موڑ پہ روشن ہے قندیل ورق تازہ
ہے عام فہم یارو تسہیل ورق تازہ
ہر ایک بشر تک ہے تسہیل ورق تازہ

دنیائے ثقافت کی تعریف ورق تازہ
اردو کے سبب سے ہے توصیف ورق تازہ

مشکل ہے کہیں ملنا تحریف ورق تازہ
ہے جہد مسلسل کی تکسیف ورق تازہ
تمہید محبت کی تالیف ورق تازہ
پر نور مجسم ہے تصنیف ورق تازہ

حق گوئی کی دنیا میں پہچان ورق تازہ
آلودہ صحافت میں ذیشان ورق تازہ

کتنے ہی دلوں کا ہے ارمان ورق تازہ
آداب سخاوت کا دیوان ورق تازہ
لوگوں کی امیدوں کا ہے مان ورق تازہ
اقدار جہاں کا ہے میزان ورق تازہ

محمد تقی کی نگارشات پر طائرانہ نظر

محمد کمال الدین صدیقی ساجد، ناندیڑ

برادرم محمد تقی صاحب مدیر اعلیٰ روزنامہ "ورق تازہ" سے میرا دیرینہ تعارف ہے۔ خصوصی طور پر "ورق تازہ" کی ناندیڑ سے اشاعت شروع ہونے کے پہلے سے روزنامہ کی ترتیب خبروں اور مضامین کے انتخاب سے ان کی سنجیدہ مزاجی ظاہر ہوتی ہے۔ اردو کاز کے لیے انہوں نے اپنی کالج کی ملازمت بحیثیت لکچرار کو خیر بادکی۔ ان کے مزاج کا یہ پہلو مجھے ہمیشہ متاثر کرتا رہا۔ 27 اگست 2023 (اتوار) کو محمد تقی صاحب مع فرزند ناچیز کے غریب خانے پر تشریف لائے اور اپنی آنے والی کتاب "مٹی کے چاند ستارے" کا مسودہ عنایت فرمایا اور لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اسی ضمن میں چند احساسات کو صفحہ قرطاس پر پیش کرنے کی یہ سعی ناقص ہے۔ کوئی قاری اگر اس کتاب کے نام پر کچھ لمحوں کے لیے غور کرے تو محسوس کرے گا کہ یہ نام علامتی نوعیت کا ہے۔ نام کی ابتداء مٹی سے ہے اور آخری لفظ ستارے ہیں۔ مٹی عجز وانکساری کی علامت ہے۔ انکساری سے ہی شخصیت بلند مقام حاصل کرتی ہے اور شہرت کی روشنی پھیلتی ہے۔ مختصر یہ کہ نام میں ادبیت بھی ہے اور قاری کا تجسس بڑھانے کا پہلو بھی۔ عام طور پر کتابوں کی ابتدا میں انتساب ہوا کرتا ہے۔ محمد تقی صاحب نے انتساب کے بجائے اپنے دل کی آرزو پیش کرنا مناسب سمجھا ہے۔ اس آرزو کا تعلق مصنف کے جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ چند سطور کا احاطہ کرنے والی آرزو میں دل کی تڑپ ہے اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا راز ہے۔ جذبہ کی حرارت اور الفاظ کا ترنم قاری کو لازمی طور پر متاثر کرتا ہے اور اسلاف کی دعائیں یاد آجاتی ہیں۔ پروردِگار پاک بصدقہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر مسلمان کو ایسے ارمان رکھنے کا مزاج عطا کرے آمین۔ کتاب میں کچھ مضامین تنقید وتحقیق سے متعلق ہےں۔ کچھ میں مرحومین کے لیے خراج محبت پیش کیا گیا ہے اور کچھ کووڈ (19) وباء سے متعلق ہےں۔ شخصی کوائف کو پڑھنے سے ہی مصنف کی دیانتداری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ناندیڑ کے معروف صوفی بزرگ عبد الواحد صاحب رحمت اللہ علیہ کو عوام بحیثیت بزرگ جانتے اور اُن سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کی شخصیت کی یہ جہد کے وہ صوفی شاعر بھی رہے ہیں بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف تھے۔ محمد تقی صاحب نے اپنے مضمون میں حضرت رحمت اللہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ حضرت کا اشعار کا گلدستہ پیش کیا ہے حضرتؒ کے قلمی نسخے کا ذکر بھی کیا ہے اور اس کے دیباچے سے ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کے بتائے ہوئے اذکار سے فیوض جاری ہوتے رہے اور اس کیفیت سے مرد حضرات کے علاوہ خواتین بھی مشرف رہیں۔ "ڈاکٹر صادق میرے استاد" محمد تقی صاحب کا یہ مضمون ایک فرمانبردار شاگرد کا اپنے شفیق استاد کے لیے اظہار عقیدت ہے۔ محترم ڈاکٹر صادق صاحب نے محمد تقی صاحب کے تعلیمی دور میں انہیں جو مشورہ دیا تھا وہ ان کو برسوں بعد بھی یاد رہا اور اس مشورے کو حرف بہ حرف اپنے مضمون میں شامل کیا بلکہ اس پر عمل پیرا بھی رہے۔ طلبہ وطالبات کو محمد تقی صاحب کے اس وصف کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ شعراء اور ادیبوں مثلاً فیض احمد فیض، ساحر لدھیانوی، بشر نواز، ندا فاضلی، مجتبیٰ حسین وغیرہ پر محمد تقی صاحب کے مضامین ان کے منفرد اسلوب کے ترجمان ہیں۔ ہر مضمون کے لیے پُرکشش عنوان ان کی ادبی صلاحیت کا غماز ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سینئر صحافی ہوتے ہوئے بھی معنویت سے پُر مصرعے ان کے ذہن میں تازہ رہتے ہیں اور مضامین کے مواد کی مناسبت سے وہ انہیں استعمال کرتے ہیں۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ ادباء کے علاوہ مصنف نے علاقائی ادبی شخصیات پر بھی توجہ دی ہے۔ شعراء پر مضمون نگاری کے دوران ان کے بہت سے اشعار بر محل استعمال کیے ہیں۔ ناندیڑ سے تعلق رکھنے والے شعراء غفار راہی صاحب، پروفیسر یونس فہمی، ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی صاحب، جاوید ناصر صاحب کے علاوہ ماہر قانون پروفیسر نور اللہ خان صاحب انتقال کر گئے۔ مرحوم شعرا کے کلام سے محمد تقی صاحب واقف ہیں اور ان شخصیات کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی انہیں ملا ہے۔ اسی وجہ سے ان حضرات پر جو مضامین لکھے گئے ہیں ان میں تبصرہ بر کلام کے علاوہ ان حضرات کی حیات کے گوشوں کے عکس بھی نظر آتے ہیں۔ ناندیڑ کی شخصیات پر مضامین ناندیڑ کی آئندہ نسلوں کے لیے ادبی تاریخی مواد فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ محمد تقی صاحب کے لیے ایک دعائیہ شعر پیش ہے

ادب کی راہ میں تُو ایسا شہسوار رہے
صحافیوں میں مثالی تیرا شمار رہے

نظم

محمد اختر خان لالہ (اورنگ آباد)
موبائل: 9822059723

تقی صاحب مبارک ہو
مبارک دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں ہم
مبارک ہو تمہاری کاوشوں نے
جاں فشانی محنتوں نے رنگ لایا ہے
زمانہ کو دکھایا ہے
قلم کیا ہے قلم کی آبرو کیا ہے
مبارک ہو
صحافت کا یہ پودا اب گھنیرا ہوتا جاتا ہے
گھنیرا اور بھی ہوگا
اُجالا اور بھی ہوگا
تمہاری خدمتِ اُردو کے بس ہم ہی نہیں
سارا زمانہ ہو گیا قائل
ادب ہو یا صحافت یا سیاست ہو
یا پھر مسئلے مسائل ہوں
کہانی ہو یا قصے ہوں
ڈرامے ہوں یا افسانے
سبھی کو آپ نے اپنے قلم سے آبرو بخشی
سنواری زلف اُردو کی
کیا ہے کام خوشبو کا
دِیا پیغام اُردو کا
دعا ہے
دعا ہے یہ صداقت اور حق گوئی وبیباکی رہے قائم
صحافت کے پسِ پردہ
ادب کا کام کرتے ہیں
محبت عام کرتے ہیں
مبارک ہو تقی صاحب
مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں ہم

پاکستانی پاسپورٹ بدستور دنیا کے کمزور ترین پاسپورٹوں میں چوتھے نمبر پر

اسلام آباد۔ 3/ اگست۔ ایم این این۔ پاکستانی پاسپورٹ کو ہینلے پاسپورٹ انڈیکس میں مسلسل چوتھے سال دنیا میں چوتھا کمزور ترین درجہ دیا گیا ہے، جو اس کی محدود عالمی قبولیت اور ویزا فری رسائی کی نشاندہی کرتا ہے۔ پاکستان کا پاسپورٹ یمن کے ساتھ جڑا ہوا ہے، جو خانہ جنگی میں الجھا ہوا ہے، اور درجہ بندی میں صرف عراق، شام اور افغانستان سے اوپر ہے۔ ان ممالک کو اہم سکیورٹی چیلنجز کا سامنا ہے اور ان کے سفارتی تعلقات محدود ہیں۔ رینکنگ ان منزلوں کی تعداد پر مبنی ہے جو پاکستانی پاسپورٹ ہولڈرز کو ویزا فری انٹری یا قابل اعتماد ویزا آن ارائیول رسائی کی اجازت دیتی ہیں۔

یادوں کے دریچوں کو وا کرتا محمد تقی صاحب کا مجموعہ مضامین۔۔مٹی کے چاند ستارے

محمد ضیاء الدین، پربھنی
9822651193

گزشتہ دنوں اپنے ایک کام سے ناندیڑ جانا ہوا (ناندیڑ جس سے دہائیوں پرانا رشتہ ہے یہاں ایسے بہت سارے کرم فرما ہیں جن کی بے لوث محبت اور جن کا خدا واسطے خلوص دیکھ کر خود پر فخر محسوس ہونے لگتا ہے اس قدر انسیت کہ لگتا ہی نہیں کہ کسی دوسرے مقام پر آئے ہوں) دیگلور ناکے کے ایان گرافکس والے نہایت شریف النفس اور پیکر خلوص نوجوان دوست اکرم خاں جن سے حال ہی ملاقات ہوئی ہے (جو کسی بھی پہلو سے پریس کی لائن میں ناندیڑ کے نہیں لگتے) کے پاس بیٹھے تھے کہ دوران گفتگو محمد تقی صاحب ایڈیٹر ورق تازہ کا ذکر نکلا تو پتہ چلا کہ وہ آج کل آفس نہیں آ رہے ہیں کیونکہ اب اسمعیل مارکیٹ کی ۳۲ سیڑھیاں چڑھنا اترنا ان کے لیے دوبھر ہو رہا ہے اور یہ بھی کہ انھوں نے مکان ہی میں اپنا آفس بنا لیا ہے جہاں وہ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں (تقی صاحب ایک مخلص انسان ہیں جب بھی ملاقات ہو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں ازراہ کرم ہمارے مضامین ورق تازہ میں شایع کرتے ہیں اور گاہے بگاہے فون پر گفتگو بھی کرتے ہیں) سونچا مل کر جاتے ہیں حبیب ٹاکیز کے پاس آکر بڑی درگاہ کا پتہ پوچھا اور اس راستے پر چل پڑا تو حیرت ہوئی کہ زمانے سے ناندیڑ آ رہا ہوں اور کبھی اس سمت آنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا راستوں کے نشیب وفراز سے ہوتے بڑی درگاہ کے قریب تقی صاحب کی رہائش گاہ پہنچا تو باہر ایک بچہ کھڑا تھا اس سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے اندر اطلاع دی اور مجھے اندر آنے کے لیے کہا چونکہ میں نے فون پر آنے کی اطلاع دے دی تھی اس لیے وہ منتظر تھے بڑے تپاک سے ملے خیر خیریت کے بعد شہر کے حالات پوچھے اور پھر ہم دونوں اسی نکتہ پر غمگین ہو گئے کہ شہر سے تقریبا لوگ جن کے بارے میں ہم گفتگو کرتے یا کر سکتے تھے راہی عدم ہو گئے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کی بات کریں کس کس سے ملیں ناصر کاظمی نے کہا کہ

دل تو میرا اداس ہے ناصر
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

اور یہاں یہ معاملہ کہ شہر ہی سائیں سائیں کر رہا ہے پھر گفتگو کا رخ اردو اور اردو کے مستقبل کی طرف مڑا تو یہاں بھی گفتگو پر مایوسی کے سائے لہرانے لگے اب اس کے لیے ذمہ دار کون؟ کیا کہیں دانت بھی اپنے اور ہونٹ بھی کس کس کا رونا روئیں اس بات پر بہت اظہار قلق کیا کہ اب لکھنے والے بلکہ اردو کے پڑھنے والے بھی ناپید ہوتے جا رہے ہیں (باوجود لاکھوں میں تنخواہ پانے والے ہزاروں اردو اساتذہ کی موجودگی کے) موضوعات جو کبھی گفتگو میں جوش بھرتے تھے اب طبیعت کو بوجھل کر رہے ہیں صورت حال بقول غالب یہ تھی کہ

حیراں ہوں روں دل کو کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

تب میں نے وداعی پینترا بدلا تو انھوں ذرا رکنے کے لیے کہا اور شیلف سے ایک کتاب نکال کر اس پر کچھ لکھ کر مجھے عطا کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس پر میں تبصرہ لکھوں مین نے اسے بسر وچشم قبول کر لیا یہاں ایک قابل تذکرہ بات جو رہی وہ امید کی کرن سی ہے وہ ان کے پوتے نبیل کی سوشل میڈیا پر کارکردگی ایک چھوٹا سا پیارا سا لڑکا جو یوٹیوب بلاگر ہے اس کی ویڈیو کلپس دیکھی کافی خود اعتمادی اور اچھا پرفارمنس یوں لگا کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات اللہ اسے مزید ترقی دے آمین، جب کتاب کھول کر دیکھی تو اس پر لکھا تھا میرے دیرینہ دوست اور ادیب۔۔ کے لیے محبتوں کے ساتھ ان دو القاب سے ان کی اعلی ظرفی جھلکتی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے سینیر رہے ہیں اور ہم ہمیشہ ان سے ایک سینیر کی طرح ہی پیش آتے رہے ہیں اور رہی بات ادیب کی تو من آنم کہ من دانم بس یہ ان کا حسن ظن ہے اور کچھ نہیں۔ رہی بات تبصرے کی تو حیران ہوں ایک پختہ کار ادیب وسینیر صحافی کی کتاب پر کیا تبصرہ کروں ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دنیائے ادب کی رسمیات کا ایک جزہے تاہم یہ ضرور ہے "مٹی کے چاند ستارے" اس کتاب نے یادوں کے نہاں خانہ میں محفوظ کئی یادوں کی کھڑکیوں کو کھول دیا اور کافی دیر اس یادوں کے جہاں کی سیر کرتا رہا جہاں کچھ میٹھی کچھ کڑوی کچھ دل نشین تو کچھ سبق آموز اور کچھ عبرت خیز یادیں موجود تھیں جن سے جڑے کئی واقعات یاد آ گئے وہ واقعات جن کا میں یا تو حصہ تھا یا شاہد، ہاں یہ ضرور ہے اس کتاب کو پڑھ کر وہ عہد شباب یاد آ گیا جب موٹی موٹی کتابیں کبھی ایک رات اور کبھی ایک ایک رات اور ایک دن میں مسلسل پڑھ کر ختم کرتے اور گھر والوں کی گالیوں طعنوں تشنوں سے سرفراز ہو کرتے تھے اب وہ دور تو گویا قصہ پارینہ سا ہو گیا بہرحال اعجاز کاتب کے دست فن کاری سے مزین ایک دیدہ زیب سرورق جس کی پشت پر پروفیسر محمد صادق (سابق پروفیسر اردو دہلی یونیورسٹی) کا نوٹ جس میں جناب محمد تقی کا تعارف معہ ان کی خوبیوں کیبیان کیا گیا ہے اور گویا یہ کتاب کا چہرہ ہے جو اس اندروں کی عکاسی کرتا ہے کتاب کا ورق اول بہار آرزو کے عنوان سے مصنف کی التجا آمیز آرزہ ہے اس پر انشاللہ آگے گفتگو ہوگی۔ شخصی کوائف میں مصنف نے اپنے مکمل تعارف کے ساتھ اپنی روداد حیات رقم کی ہے اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج کی نسل کو اپنے اجداد تو دور اپنے آباء کے ناموں کی بھی واقفیت نہیں پہلے لوگوں کے خاندانی شجرے ہوا کرتے تھے لیکن آج کی نسل اپنے والد سے آگے کسی کو نہیں جانتی گویا کہ مر گئے مردود فاتحہ نہ درود اور یہ اس لیے ہے اس نسل کی تربیت ہی نہیں اس کی ترجیح صرف کھانا پینا اور آرام دہ زندگی گزارنا ہے اپنے شخصی کوائف میں مصنف نے اپنے خاندان اور مرور زمانہ کے سبب اپنی رہایش کی تبدیلیوں کو مختصر انداز میں بیان کیا ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ انھیں ابتدائی عمر ہی سے مکمل سکون میسر نہیں آیا کہ وہ دور ہی ایسا تھا اور اس صورت حال کے نہ صرف یہ بلکہ اس علاقے کے ہزارہا مسلمان شکار تھے تاہم وہ اس لحاظ سے خوش نصیب تھے کہ باوجود اس افراتفری کے دور کے انھوں نے نہ صرف اپنی تعلیم مکمل کی بلکہ اپنی محنت وجدوجہد سے سماج میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا اپنی زندگی میں انھیں جہاں مسائل ومصائب کا سامنا رہا وہیں ان کی پذیرائی بھی ہوئی سماج نے ان کو قرار واقعی مقام بھی دیا زندگی میں انھیں متاثر کرنے والے لوگوں کی صحبتیں بھی میسر رہیں جس سے ان کی شخصیت کو مزید نکھرنے کا موقع ملا اہم اور قابل تقلید بات یہ کہ قلم وقرطاس کی دوستی نے ان کے خیالات کو افکار کو لوگوں تک پہنچانے میں مدد کی جس سے سماج میں ان کی ایک شناخت بنی۔ اس کتاب کا ایک جامع اور تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے اور اس کے مشمولات کی روشنی میں مصنف کی شخصیت کو ہائی لائٹ کرنے والا پیش لفظ معروف قلمکار جناب اسلم مرزا نے رقم کیا ہے جس پر مزید خامہ فرسائی گویا لفظوں کی جگالی ہے اورنگ آباد ہی کی ایک اور معروف علمی شخصیت جناب ارتکاز افضل نے بھی اس کتاب ایک مختصر لیکن جامع تبصرہ کیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کی معنویت اور مصنف کی قلمکارانہ چابک دستی کو خراج تحسین پیش کیا ہے جو علمی حلقوں میں مصنف کی شناسائی اور پذیرائی کا مظہر ہے جناب کمال الدین صدیقی ناندیڑ کی تحریر بھی اس کتاب اور اس کے مشمولات کو مزید موثر اور دلکش بناتی ہے۔ اس کتاب کا ایک باب بکھرے بکھرے سہمے سہمے روز وشب یوں کہیے کہ تقی نامہ ہے جو کہ بقلم خود اور بدست خود لکھا گیا ہے یہ بیانیہ بھی ہے اور زندگی اور پچھلی صدی کے بہت سارے لوگوں کا نوحہ بھی جو زمانے کے الٹ پھیر کے ہاتھوں شکست وریخت کا شکار ہوئے المیہ یہ کہ بار بار ہوئے اور انھیں طویل راحت وفراغت کا زمانہ نصیب نہیں ہوا 1857 کا غدر ہو 1947 کی تقسیم کا سانحہ ہو یا پولس ایکشن کی خون ریزی رہی ہو بے شمار انسان ناکردہ گناہوں کی سزا میں اپنی جان مال عزت وآبرو گنوا بیٹھے اور مزید برآں یہ کہ یہ سب مسلمان تھے اور ان کی زندگی کرب کا استعارہ بن کر رہ گئی انھوں نے اپنے والد کی واشم سے نظام آباد کی ہجرت کے بیان میں اس امر پر اظہار مسرت یا اظہار اطمنان کیا کہ ان کے والد نے بجائے لاہور کے نظام آباد کا رخ کیا ممکن ہے ان کی یہ خواہش سچ مچ نیک نیتی پر مبنی رہی ہو تاہم اس بارے میں عام خیال یہ ہے کہ لوگ خواہ مخواہ خود کو دیش بھگت بتانے کے لیے ایسے ایسے جملوں کا سہارا لیتے ہیں واللہ اعلم بالصواب مصنف نے اپنی جاے پیدایش بسمت بتائی ہے پربھنی کا یہ تعلقہ بڑا مردم خیز رہا پربھنی کے مسلمانوں میں اپنی شناخت بنانے والی کئی اہم شخصیات نے یہیں جنم لیا ہے جن میں عبد الرحمن خاں معین شاکر امداللہ بیگ صغیر کوثر جیسے اہم نام شامل ہیں (بسمت کی بیس کا تذکرہ چھوڑ دیا جاے تو) بسمت واقعی ایک بارونق تجارتی بستی ہے محمد تقی صاحب کو علم و فضل وراثت میں ملا ہے ان کے دونوں طرف کے آبا واجداد گوہر علم سے بہرہ ور تھے جس کی مثال ان کے نانا حاجی شیخ عبد الرسول خطیب ہیں جو ایک مشہور شاعر تھے اور فرحان تخلص کرتے تھے انسان کی شخصیت کی صورت گری میں بروقت رہنمائی کا اہم رول ہوتا ہے یہ بات محمد تقی کے اس تذکرے سے ملتی ہے کہ ان کی زندگی کے اہم موڑ پر ان کے مخلص استاد پروفیسر صادق نے انھیں شاعری کی راہ بے فیض پر جا کر اپنی شخصیت کو برباد کرنے کے بجاے اپنی شخصیت ومیلان طبعی کے ین مطابق ادب وصحافت کی موزوں راہ اختیار کرنے کا ایک مفید مشورہ دیا جوان کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ انھوں نے اپنے استاد کی راے کو خود کی خواہش پر مقدم رکھا جو عین سعادت مندی ہے اور افسوس کہ آج اس کا ہی فقدان ہے اگلے صفحات پر انھوں نے اہم مواقوں کی تصاویر ڈالی ہیں جو کسی بھی قلمکار فنکار کے لیے سرمایہ حیات کا درجہ رکھتے ہیں۔ گوشہ تنقید وتحقیق میں مصنف نے اپنے ہم خیال شعرا کی شعر گوئی پر علمی گفتگو کی ہے یہاں میں نہایت صاف گوئی سے اس بات کا اظہار کرنا چاہوں گا کہ شاعری کبھی میرا میدان نہیں رہا نہ ہی مجھے شاعری سے کوئی خاص دلچسپی رہی وہیں مزیدار بات یہ کہ اپنی نظامت کے دوران اشعار کا استعمال کر کے میں نے دونوں ہاتھوں سے داد وتحسین لوٹی ہے مزید برآں یہ کہ میرے کئی شناسا سنجیدہ شاعروں نے بہ سبب خلوص اپنے شعری مجموعوں پر مجھ سے تبصرے لکھوائے اس اعتراف کے باوجود کہ اس میدان میرا علم صفر سے بھی کم ہے اور اسے وہ سند سمجھ کر سنبھالے ہوے کہ بوقت ضرورت کام آے اللہ خیر کرے۔

سعدی شیرازی نے گلستاں و بوستاں میں لکھا کہ
ہم جنس کند باہم پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

جناب تقی کے اس گوشہ کو اسی زمرے میں رکھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی تحریروں میں اس بات کا برملا اظہار کیا کہ وہ اشتراکی تحریک سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ وہ اس سے جڑے ہوے بھی تھے تنقید و تحقیق کے گوشے میں انھوں نے جن پر خامہ فرسائی کی وہ سب اسی قبیل کے تھے جو انسانوں کے ہاتھوں انسانوں اور قدرت وقوت رکھنے والوں کے ہاتھوں کمزوروں کے استحصال کے خلاف نظام ظلم وجبر کے خلاف حق کی آواز بلند کئے ہوے تھے اور جبر واستبداد کے مقابل اپنا سر لیے ہوے تھے جن کے سر میں انقلاب کا سودا سمایا ہوا تھا اور اس کے لیے وہ جان کی بازی لگانے تیار تھے اور اس کے لیے بشمول شاعری ہر ذریعہ کا استعمال کرتے تھے اور اس کی مثال فیض کا وہ شعر کہ

مقام فیض راہ میں کوئی جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوے دار چلے

جناب تقی نے انقلابی گھن گرج والے فیض کو رومانی عصری حسیت کا شاعر قرار دیا اور اس کے لیے ان ہی کی شاعری سے جواز فراہم کیا اختصار کی خاطر میں اس حصے سے قطع نظر کرتے ہوے اپنے عنوان کی سمت چلوں گا اس کتاب میں جناب محمد تقی نے پربھنی کی جن شخصیات پر مضامین لکھے ہیں ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جن سے میری اچھی شناسائی نہ رہی ہو یا جن سے میرے اچھے مراسم نہ رہے ہوں ایک ایک نام کے ساتھ بیک وقت یادوں کے کئی دفاتر کھل گئے ناندیڑ کی شخصیات میں بھی کئی ایک ایسی شخصیات ہیں جن سے میرے اچھے مراسم رہے ہیں۔ محمد تقی صاحب کی اس کتاب کا گہرائی سے مطالعہ کیا جاے تو نیرنگی زمانہ کے کئی رنگ دیکھنے ملیں گے اب ہم بات کریں اس کتاب کے پہلے ورق بہار آرزو کی تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر انسان زندگی بھر چاہے جدھر رہے بالآخر اپنے مرکز کی طرف لوٹ ہی جاتا ہے ایک ابدی کشش اسے اپنے مرکز کی طرف کھینچ ہی لاتی ہے بہار آرزو پر سے مجھے معروف کمیونسٹ ظ انصاری یاد آ گئے ایک بہترین مصنف صحافی کئی زبانوں پر عبور رکھنے والے جب مرض الموت میں مبتلا ہوے تو اسی طرف رجوع ہوے جو ان کا مرکز تھا تقی صاحب نے تحریروں میں اپنے اشتراکی ہونیکی بات لکھی ہے بلکہ اور نگ آباد ٹائمز میں لکھے گئے ایک مضمون میں شاید قمر اقبال کے بارے میں لکھا تھا کہ ہم تو کام میں مصروف رہتے لیکن یہ نماز کے لیے چلے جاتے اور اب شاید اسی طرح کی تحریر تھی لیکن انسان کی مزاجی کیفیت اور اس کا طرز زندگی اور اس کی ترجیحات کب بدل جائیں کہا نہیں جا سکتا جس کا بین ثبوت بہار آرزو میں مختلف پیرایوں میں ملتجی ہو کر کی گئی خاتمہ بالخیر کی آرزو ہے اور یہی ایک سچے مومن کی پہچان بھی ہے فیروز رشید کو بھی کبھار کسی مشاعرے میں سننے کا موقع ملا ہے بہترین ترنم تھا لیکن وقت کب کونسی نعمت چھین لے کہا نہیں جا سکتا یہی صورتحال مشہور شاعر بشیر بدر کے ساتھ بھی پیش آئی وہ بشیر بدر جن کا کلام اور جن کی نظامت جن کا ترنم ہزاروں سامعین کو داد و تحسین دینے پر مجبور کرتا تھا اور وہی بشیر بدر کہ اپنا ایک شعر کہنے سے قاصر ان واقعات میں سمجھنے والوں کے بہت سامان عبرت ہے کہ دنیا کی ہر شئے فانی ہے اس کتاب میں میر تراب علی اردو کا ایک مجاہد کے عنوان سے ہے اس کے کچھ جملوں کو میں اپنی بات کے پیش کرنے کے لیے استعمال کروں گا ایک جگہ لکھا گیا کہ اس زمانے میں ان کے شاگرد رشید۔۔۔کواکثر زانوے ادب تہہ کیے ہوے دیکھا گیا یہ فرماں بردار شاگرد اپنے استاد محترم کے بڑے بھگت تھے پتہ نہیں اپنے استا محترم کے تئیں ان کا یہی رویہ ہے یا اس میں تبدیلی آئی ہے ایک جگہ تحریر ہے کہ بزرگوں کا قول ہے کہ آدمی ہر شخص کو ایک ساتھ خوش نہیں رکھ سکتا لیکن یہاں تراب علی صاحب نے اس قول کو غلط ثابت کر دیا وہ دوستوں اور دشمنوں میں فرق نہیں کر سکتے تھے ان کی اس کمزوری سے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے ایک دفعہ کچھ لوگوں نے جن میں ان کا ایک شاگرد بھی تھا ان کی سادہ لوحی کا فایدہ اٹھا کر ان کو بلیک میل کرنے کوشش بھی کی تھی، تراب علی صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب ان کی پربھنی آمد ہوئی تھی کالج کے زمانے میں یہ ہمارے استاد بھی رہے آج بھی ان سے روابط ہیں گاہے بگاہے فون پر گفتگو بھی ہوتی رہتی ہے عجب بھی فون کرتے ہیں ہمارے بزرگوں کے ان کے بزرگوں سے مخلصانہ تعلقات ان کی وضعداری جیسے اوصاف کا تذکرہ ہماری چوک کی ہوٹل وہ قدیم تہذیب کا گلوگیر آواز میں تذکرہ ضرور کرتے ہیں ان کے آواز کے ارتعاش میں اس تہذیب کی موت کا نوحہ واضح طور پر سنا جا سکتا ہے استاد محترم کی ناکامی اور مصایب میں گھرنے کی ایک وجہ یہ رہی کہ وہ مردم شناس نہ تھے دوسرے ان کے پاس اعتدال کا فقدان تھا جس کی تائید کرتے یا جس کا ساتھ دیتے آنکھیں بند کر کے دیتے اور یوں ان کی زندگی بھی لوگوں کے لیے ایک سبق ہے (یہ صفحات بھی وقت کی طرح سمٹ رہے ہیں)

اسی کتاب میں امداد اللہ بیگ اشعر کا تذکرہ جن کے عروج کے زمانے میں ان سے شدید اختلافات رہے لیکن زوال کے دور میں ان کا بھرپور ساتھ دیا اس پر لکھنے کے لیے کئی صفحات درکار ہیں ایک باب کا عنوان ہے بے سمت منزلوں کا مسافر اس کے کردار عبد الواحد عرف جنید کا سراپا نظروں میں گھوم گیا اور لبوں پر تبسم پھیل گیا ان سے شہر میں اور پاروہ میں ستار صاحب انجینیر کے کھیت میں ہوئی ملاقاتیں ان کی عالمانہ گفتگو مجھ سے نہایت پر اخلاق برتاو اور بہت ساری گفتنی ناگفتنی اور یادوں کی ڈور 1972 /73 کے اس دور میں لے گئی جب میں پرایمری کا اسٹوڈنٹ تھا اور ہمارے گھر میں مسلم لیگ کے قیام کی صورت گری ہو رہی تھی گاہے بگاہے شہر کی نامور شخصیات کو لایا جاتا کہ مسلم لیگ کی قیادت کا تاج ان کے سر رکھیں لیکن ہر آنے والا اپنے ساتھ خدشات یا مفادات کی گٹھری ساتھ لاتا اور یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ رہی تھی مسلم لیگ کے قیام کے اہم محرک حاجی محبوب علی تھی ہر کوئی مسلم لیگ کے قیام کا خواہشمند تھا لیکن آگے آنے کوئی تیار نہیں تھا بالآخر رشید انجنیر نے میرے والد سے کہا کہ امو سیٹھ اب تم کو ہی آگے آنا پڑے گا میرے والد کاروباری آدمی قلب شہر اور فرقہ پرستوں میں گھرا ہمارا ہوٹل کا وسیع کاروبار اپنی زبردست جسامت کے سبب میرے والد کے لیے چلنا پھرنا دوبھر تاہم انھوں نے یہ پرچم اٹھا ہی لیا۔

جمعیۃ علماء مراہٹواڑہ کی مجلس منتظمہ کا اک روزہ اجلاس اختتام پذیر

ارتداد کے سیلاب کو روکنا ہم سب کی بنیادی ذمہ داری ہے: مولانا ندیم صدیقی

پربھنی۔3/اگست (پریس ریلیز) آج یہاں عیدگاہ میدان پاتھری ضلع پربھنی میں جمعیۃ علماء مراہٹواڑہ کی مجلس منتظمہ کا اک روزہ اجلاس بصدارت مولانا حافظ محمد ندیم صدیقی صاحب (صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر) منعقد ہوا، جس میں علاقہ مراہٹواڑہ کے تمام اضلاع کے جملہ عہدیداران سمیت اراکین منتظمہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔اجلاس میں ووٹنگ بیداری مہم کے تعلق سے عوام میں شعور بیداری، ارتدادی تحریکیں شکیلیت، قادیانیت، گوہرشاہی کے سدباب، تنظیم کو مرہٹواڑہ میں مضبوط ومستحکم کرنے، نشہ کی لعنت شادی بیاہ کی رسومات غیروں کی مشابہت سے مسلم معاشرہ کو بچانے، تحفظ مدارس ومکاتب جیسے کئی اہم امور پر تجاویز منظور کی گئیں اور موثر لائحہ عمل طے کیا گیا۔اس موقع پر صدر اجلاس مولانا حافظ محمد ندیم صدیقی (صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر) نے جمعیۃ علماء ہند کی سنہری تاریخ اس کی خدمات اور اکابرین کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ملک کے لئے جتنا خون ہم نے دیا ہے، غیروں نے پسینہ بھی نہیں دیا ہے، اس وقت جہاں ایک طرف مہاراشٹر کے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہیں دوسری طرف شہروں سمیت دیہاتوں میں ارتدادی تحریکیں سرگرم ہیں، جس کا شکار ہوکر مسلم بچیاں دین اسلام سے برگشتہ ہورہی ہیں ارتداد کے سیلاب کو روکنا ہم سب کی بنیادی ذمہ داری ہے، انہوں نے اپنے خطاب میں تنظیم کو ضلع سے لے کر دیہات اکائی تک مضبوط کرنے، ووٹرلسٹ میں ناموں کے اندراج کرانے سمیت دیگر کاغذات درست کرنے، ووٹوں کی تقسیم کو روکنے، اور حالات سے متاثر ہوئے بغیر اپنے جذبات کو قابو میں رکھ کر موجودہ چیلنجس کا حکمت عملی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طرف شرکاء کی توجہ مبذول کرائی۔مفتی محمد روشن شاہ قاسمی صاحب (صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء مہاراشٹر) نے احساس ذمہ داری نبھانے، ذاتی زندگی کی تھوڑی سی قربانی دے کر اجتماعی زندگی کو سدھارنے، جماعت اور ملت کی فلاح وبہبود کے لئے قربانی دینے کی اہمیت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ملک دوراہے پر کھڑا ہے اگر ہم نے ذمہ داری پوری کی تو سیکولرزم اور جمہوریت باقی رہے گی ورنہ کچھ بھی نہیں بچے گی۔مولانا عبدالقدیر مدنی صاحب (نائب صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر) نے اپنے خطاب میں امت کو باطل تحریکوں سے بچانے، مکاتب قائم کرنے، ارتداد کو روکنے، سدبھاؤنا منچ کے ذریعہ برادران وطن کو قریب کرنے اور امت دعوت کا حق ادا کرنے پر زور دیا۔جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے لیگل سکریٹری ایڈوکیٹ پٹھان تہور خان صاحب نے جمعیۃ کی نگرانی میں جیلوں میں محروس بے گناہ نوجوانوں کے عدالتوں میں لڑے جانے والے مقدمات اور موجودہ حالات میں آئین کو بچانے کے لئے تن من دھن سے کام کرنے کے طریقہ کار پر تفصیلی گفتگو کی۔قاری شمس الحق قاسمی صاحب (صدر جمعیۃ مرہٹواڑہ) نے اصلاح معاشرہ کی اہمیت ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اب تک جن اضلاع اور تعلقوں میں اصلاح معاشرہ کمیٹیاں قائم نہیں ہیں وہاں قائم کی جائیں اور جہاں قائم ہے اسے متحرک کیا جائے۔مفتی عبدالرحمن صاحب (جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مرہٹواڑہ) نے اپنے خطاب میں جمعیۃ علماء کی تاریخ، خدمات، تعمیری پروگراموں پر سو فیصد عمل کرنے کے لئے جمعیۃ کی پالیسی اور اس کے اغراض و مقاصد سے اتفاق کرنے، تنظیم کے نظم ونسق کو قائم رکھنے، اور بے لوث خدمت انجام دینے کو ضروری قرار دیا۔مولانا عبدالجلیل تابش ملی صاحب (نائب صدر جمعیۃ علماء مرہٹواڑہ) نے حب مال، حب جاہ، موبائل، موجودہ نظام تعلیم کو فتنہ ارتداد کی جڑ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اسکے سدباب کے لئے مکاتب قائم کرکے دین کی بنیادی تعلیم دینا ضروری ہے۔مولانا معزالدین ندوی صاحب (صدر جمعیۃ علماء ضلع اورنگ آباد) نے کہا کہ اس وقت ملک کے جو حالات ہیں اس پہلے کبھی نہیں تھے، نئی تعلیمی پالیسی کے پیش نظر نئی نسلوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے متفکر ہونے کی ضرورت ہے۔اجلاس کا آغاز مولانا حماد صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مولانا سجاد صاحب نے نعت پاک پیش کی، مولانا محمد صادق ندوی صاحب (صدر جمعیۃ ضلع پربھنی) نے اجلاس کی صدارت کے لئے تحریک صدارت پیش کی، مولانا قمرالدین ندوی صاحب (صدر جمعیۃ علماء پاتھری) نے تائید کی، مفتی عبدالرزاق (ناظم تنظیم جمعیۃ علماء مرہٹواڑہ) اور مولانا حماد صاحب نے نظامت کا فریضہ انجام دیا۔واضح رہے کہ صبح ۸ بجے سے جمعیۃ علماء مرہٹواڑہ کی مجلس عاملہ اور مدعوئین خصوصی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تمام اراکین کے اتفاق رائے سے کئی اہم قراردادیں منظور ہوئیں جنہیں منتظمہ کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔صدر اجلاس مولانا حافظ محمد ندیم صدیقی صاحب کی دعاء پر اجلاس کا اختتام عمل میں آیا۔اجلاس کو کامیاب بنانے میں جمعیۃ علماء پاتھری صدر مولانا قمرالدین ندوی صاحب اور انکی ٹیم نے اہم رول ادا کیا۔

بزمِ مدنیؒ چوکھنڈی کا سالانہ طرحی مسالمہ منعقد

بارہ بنکی: 3 اگست (نامہ نگار) قصبہ چوکھنڈی کی ادبی تنظیم "بزمِ مدنیؒ" کے زیرِ اہتمام سالانہ طرحی مسالمہ بعنوان "یادِ امام حسینؓ" منعقد کیا گیا جسکی صدارت قصبہ کے استاد شاعر ماحول چوکھنڈوی نے کی اور مہمان خصوصی کی حیثیت سے مایہ ناز شاعر ذکی طارق بارہ بنکوی نے شرکت کی مسالمہ کی نظامت کے فرائض راشد رفیق چوکھنڈوی نے بصد حسن وخوبی انجام فرمائے مسالمے کا آغاز وکیل چوکھنڈوی کی نعت پاک سے ہوا اس کے بعد دئے گئے مصرع طرح "پیکرِ صبر ورضا کا نام ہی شبیر ہے" پر باقاعدہ طور پر طرحی مسالمے کا آغاز ہوا بہت زیادہ پسندیدہ اشعار کا انتخاب نذرِ قارئین ہیں ملاحظہ فرمائیں،

سر پہ ابنِ مرتضیٰ کے سایۂ شمشیر ہے
پھر بھی انکے لب پہ شکرِ کاتبِ تقدیر ہے

ذکی طارق بارہ بنکوی

لے گئی ہے خلد میں دوزخ سے انکو کھینچ کر
دیکھئے پائی جنابِ حُر نے کیا تقدیر ہے

ماحول چوکھنڈوی

پیکرِ صبر و رضا نے خوں سے جو روشن کیا
اُس چراغِ عشق کی ہی ہر طرف تنویر ہے

ظہیر رامپوری

کس قدر سینہ سپر ہیں ظلم کے آگے حسین
یہ علی شیرِ خدا کے خون کی تاثیر ہے

وکیل چوکھنڈوی

بند پانی کردیا تونے نبی کی آل پر
کیسا ہے کردار تیرا کتنا تو بے پیر ہے

سلیم ہمدم رودولوی

عابدِ بیمار کی مظلومیت ہے اسقدر
رو رہے ہیں آبلے اور رو رہی زنجیر ہے

راشد رفیق چوکھنڈوی

سبطِ پیغمبر سے دوعالم میں یہ تنویر ہے
گفتگو شبیر کی قرآن کی تفسیر ہے

دلکش چوکھنڈوی

عاشقانِ مصطفیٰ کے دل میں جو تصویر ہے
وہ نبی کا ہے نواسہ حضرت شبیر ہے

نعیم سکندرپوری

بھیجتا ہے حق تعالیٰ ان شہیدوں پر سلام
جن کی جانوں نے بچائی دین کی توقیر ہے

چٹک چوکھنڈوی

نام روشن ہے جہاں میں آج جو اسلام کا
یہ شہیدِ کربلا کے خون کی تاثیر ہے

ابوذر انصاری

کربلا کی سر زمیں سے اب بھی آتی ہے صدا
پیکرِ صبر ورضا کا نام ہی شبیر ہے

حسن چوکھنڈوی

ان شعراء کے علاوہ نازش بارہ بنکوی، سحر ایوبی، ابوہریرہ احمد اور مشتاق بزمی نے وغیرہ نے بھی بارگاہِ حسینی میں اپنا اپنا طرحی کلام بطور نذرانہء عقیدت پیش کیا، بزمِ مدنیؒ کی آئندہ طرحی نشست مندرجہ ذیل مصرع طرح

کہاں بٹھاؤ گے اُس کو اگر وہ آجائے"

پر 28/اگست بروز بدھ بعد نماز عشاء ہوگی بزم کے جنرل سکریٹری راشد رفیق نے سبھی سامعین وشعراء کا شکریہ ادا کیا۔

حالات کا رونا رونا یا حالات کی وجہ سے پژمردگی اس امت کے شایانِ شان نہیں

مولانا حلیم اللہ قاسمی کا خطاب، منتھا میں جمعیت علماء کے شاندار اجلاس کا انعقاد

جالنہ: 3 اگست: اس دنیا میں از روز اول تا ہنوز سارے انسان حالات سے نبرد آزما رہے چاہے وہ انبیاء علیہم السلام ہوں چاہے صحابہ و تابعین اوران کے صالح اخلاف کی جماعت ہو سب لوگ آزمائشوں، ابتلاء اور مصائب سے گذرے ہیں ان سب حالات میں ان حضرات نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ایمانی اور اسلامی راہ سے ہٹے نہیں ان کے پایۂ استقلال میں لرزش ولڑکھڑاہٹ پیدا نہیں ہوئی انہوں نے ہمیشہ حالات کے دوران اسلامی تقاضوں کو پورا کیا آج بھی ہمیں اس ملک میں جن حالات کا سامنا ہے ان میں ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنا ہوگا، اسی میں ہماری کامیابی وکامرانی مضمر ہے حالات کا رونا رونا یا حالات کی وجہ سے پژمردگی اس امت کے شایانِ شان نہیں ہے ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا حلیم اللہ قاسمی جنرل سکریٹری جمعیت علماء مہاراشٹر نے گذشتہ روز جمعیت علماء تعلقہ منتھا کے زیر اہتمام عظیم الشان اجلاس سے مفصل و بصیرت افروز خطاب کرتے ہوئے جامع مسجد مرکز میں کیا، اس سے پہلے مولانا سیّد نصراللہ حسینی سہیل ندوی صدر جمعیت علماء ارشد مدنی ضلع جالنہ نے اپنے افتتاحی خطاب میں دینی دعوتی تعلیمی ملی تمام شعبوں کی مسلمہ افادیت اور اہمیت بتلائی، اور تمام شعبوں سے متعلق تنظیموں جماعتوں کو ایک دوسرے سے قریب ہونا چاہیے نہ کہ رقیب، جماعتی ومسلکی عصبیت نے ملت اسلامیہ کو سب زیادہ نقصان پہنچایا ہے، آپ نے جمعیت علماء ضلع جالنہ کی حالیہ سال کے دوران کی چند اہم وکامیاب کاوشوں کا تذکرہ کیا مفتی مرزا کلیم بیگ ندوی صدر جمعیت علماء مرہٹواڑہ نے جمعیت علماء ہند کی جو ممبر سازی جاری ہے اس کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا اور بتایا کہ وقت کی ضرورت ہے کہ ہم جمعیت علماء کے کاز سے جڑ کر ملت کے استحکام کا ذریعہ بنیں، قاری عبدالرشید حمیدی جنرل سکریٹری جمعیت علماء مرہٹواڑہ نے مہمانان خصوصی کا مفصل تعارف کروایا، مہمان خصوصی حضرت مولانا مفتی حفیظ اللہ ناظم تنظیم جمعیت علماء مہاراشٹر نے جمعیت علماء ہند کی زریں خدمات اور کاموں کو قرآنی آیت واحادیث مبارکہ کی روشنی میں پیش کیا، اور کہا کہ آج فرقہ پرستی کے مقابلے میں جمعیت علماء انسانیت اور آپسی بھائی چارہ جو اس ملک کی اولین ضرورت ہے اس کے لیے جدوجہد کررہی ہے وہ قابل تحسین ہے، مولانا عیسیٰ خان کاشفی نے دینی وملی سرگرمیوں میں جڑنے اور شامل ہونے کی ضرورت پر خطاب کیا، جلسہ کی کامیاب نظامت مفتی ریاض ندوی نے کی اور حسب ضرورت بہترین اشعار پیش کرکے اپنے اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کیا، باز خان رکن جمعیت علماء کی تحریک پر مولانا عیسیٰ خان کاشفی نے مہمانان خصوصی کا گل پوشی کے ذریعہ استقبال کیا، دیگر شرکاء جلسہ میں مولانا سراج ندوی لکچرر جنتور، مولانا محمد اظہر کاشفی، معین لالہ خان صاحب امیر جماعت منتھا، الحاج سید عرفان صدر مرکز مسجد، مولانا عبدالجبار امام مرکز مسجد، مولانا سیّد احسان ندوی، مفتی سید عذیر ندوی، حافظ محمد شباب باغبان صدر جمعیت علماء ارشد مدنی تعلقہ منتھا، مفتی محمد عارف اشاعتی، حاجی موسیٰ سیٹھ قریشی، سید فضیل حسینی، حاجی شباب قریشی جنرل سکریٹری جمعیت علماء منتھا، حافظ سید مطیع اللہ حسینی، حافظ خضر خان ومقامی علماء، ائمہ کرام اور عمائدین شہر تھے، عوام وخواص کے بڑے جم غفیر نے اس اجلاس میں شرکت کرکے اپنی دینی وملی حمیت کا مظاہرہ کیا، حافظ ڈاکٹر محمد شباب باغبان صدر جمعیت علماء اور حاجی محمد عرفان اور ان کے ساتھیوں کی انتھک کوششوں سے یہ اجلاس کامیابی سے ہم کنار رہا۔

بلوچستان میں کریک ڈاؤن کے باوجود احتجاج جاری

گوادر۔3/جولائی۔ایم این این۔پدزیر میں بلوچ یکجہتی کمیٹی کا دھرنا جمعہ کو پانچویں روز میں داخل ہوگیا جس میں ہزاروں مظاہرین مارچ میں شامل ہوئے۔کمیٹی نے بلوچ قومی اسمبلی میں شہید ہونے والے بلوچوں کے اعزاز میں حلف بھی لیا۔بلوچ یکجہتی کمیٹی کی طرف سے ایکس پر ایک پوسٹ میں کہا گیا کہ حلف تمام بلوچوں کو متحد کرنے اور ان بلوچوں سے تمام تعلقات ختم کرنے کا ہے جو ان پر ظلم کرنے والے اداروں کا حصہ بن چکے ہیں اور اداروں کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ایک بلوچ کارکن مہرنگ بلوچ نے کہا کہ ریاست کی جانب سے ان پر تشدد کے باوجود ان کے حوصلے بلند ہیں۔ایکس پر ایک پوسٹ میں، انہوں نے کہا، گوادر: پدزیر میں بلوچ یکجہتی کمیٹی کا دھرنا پانچویں روز بھی جاری ہے۔احتجاج میں ہزاروں افراد شریک ہیں۔ریاست کی جانب سے طاقت اور تشدد کے مسلسل استعمال کے باوجود، دھرنے کے شرکاء کے حوصلے بلند ہیں ہم نے شروع سے ہی ریاست پر واضح کردیا ہے کہ ہم طاقت اور تشدد کے استعمال سے کمزور نہیں ہوں گے اور نہ ہی ہمیں طاقت کے سامنے جھکنے کی عادت ہے۔

الحاج عبدالکریم سالار کو جیون گورو ایوارڈ تفویض

جلگاؤں: 3 اگست (عقیل خان بیاولی) اقراء ایجوکیشن سوسائٹی جلگاؤں کے صدر و معروف تعلیمی سماجی وسیاسی مصلح جلگاؤں میونسپل کارپوریشن کے سابق ڈپٹی میر عبدالکریم سالار کو ریاست گیر سطح پر اپنے تعلیمی و سماجی کاموں کے لیے شہرہ اُفاق کی حیثیت کی حاصل ھے۔شولاپور کے "جیو اور جینے دو" ہفتہ وار اخبار کے پچیس سالہ جشن کے موقع پر موصوف کی طویل ترین پانچ دہائیوں پر محیط تعلیمی سماجی وسیاسی خدمات کے عیوض انہیں "جیون گورو ایوارڈ" سے نوازا گیا۔شولاپور میں منعقدہ اس پرشکوہ تقریب کی صدارت ریاست مہاراشٹر کے سابق ایم ایل اے وجاہت مرزا نے کی جبکہ بطور مہمان خصوصی سشیل کمار شندے سابق وزیر اعلی مہاراشٹر وسابق وزیر داخلہ بھارت سرکار، اظہر خان (سابق وزیر حکومت مہاراشٹر) ذکی شفیع (سابق ایم ایل سی) چندر پور و تعلیمی حلقوں سماجی اصلاحی کاموں کے اہم ارکان نیز سیاسی گلیاروں سے نمائندگان کا جم غفیر موجود تھا واضح رہے کہ عبدالکریم سالار کی سحر انگیز شخصیت نے جلگاؤں و اس سے متصل مضافاتی علاقوں میں اپنے تعلیمی واصلاحی کاموں کے وہ گہرے انمٹ نقش چھوڑے ہیں جو آج نسل نو کو نہ صرف رہنمائی بلکہ مینار نور کا مقام رکھتی ہے موصوف نے اپنی اس پزیرائی کو اپنی ٹیم وساتھیوں کی کاوشوں سے منسوب کیا ہے موصوف نے اپنے پیغام میں کہا کہ "یہ کامیابی میری ذاتی محنت ولگن سے زیادہ میرے رفقاء کی جہت مسلسل وکاوشوں اور تعاون کا ثمرہ ہے" واضح رہے کہ ماضی قریب میں بھی انہیں قومی سطح پر بے شمار اعزازات وایوارڈز سے سرفراز کیا جاچکا ہے جس میں فخر خاندیش، سرسید احمد خان ایوارڈ، سالار قوم، وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں اس اعزاز سے سماجی وتعلیمی حلقوں میں خوشی ومسرت کا ماحول ھے۔

پریم چند نے اپنے ادب میں عام آدمی کو ہیرو بنایا۔ پرنسپل ڈاکٹر چاند خان

اقرا تھیم کالج میں پریم چند جینتی پر سیمینار کا انعقاد

جلگاؤں: 3 اگست (عقیل خان بیاولی) پریم چند کے یوم پیدائش کی تاریخ پر، اقراء کے زیر انتظام ایچ جے تھیم سینئر کالج کے شعبہ ہندی اردو کے مشترکہ تعاون سے "پریم چند شخصیت اور تخلیقی صلاحیت" پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔صدارت پرنسپل انچارج ڈاکٹر چاند خان نے کی۔سیمینار میں حمیرا ناز، جویریہ تحریم، سہانا شیخ، ناظمین محمود، میسرہ پروین، عرشیہ انجم، پیرزادے عظمیٰ، جبین وغیرہ نے پریم چند کی شخصیت اور خدمات پر مکالمے پیش کیے۔ اس موقع پر پروفیسر مزمل قاضی، ڈاکٹر انجلی کلکرنی، پروفیسر راجیش بھامرے، ڈاکٹر کہکشاں انجم نے طلباء کی رہنمائی کی۔ صدارتی تقریر میں پرنسپل چاند خان نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پریم چند نے حقیقت پسندانہ ادب لکھ کر اپنے ادب میں عام آدمی کو ہیرو بنایا۔ پریم چند کا ادب آج بھی اتنا ہی مقبول ہے کسانوں کی زندگی، ان کے مسائل، قومی یکجہتی اور سماجی مسائل پریم چند کے ادب میں جھلکتے ہیں۔ نظامت صدر شعبہ اردو ڈاکٹر کہکشاں انجم نے کی، صدر شعبہ ہندی پروفیسر راجیش بھامرے نے اظہار تشکر کیا۔اس موقع پر کثیر تعداد میں طلباء شریک تھے۔

تبصرہ کتاب "بہار، بنگال اور اُڑیسہ کے قلمکار": ایک مختصر جائزہ

محمد معتصم باللہ، ریسرچ اسکالر
ایم۔یو، بودھ گیا
9955361269

احسن امام احسنؔ کا اصل نام احسن امام اور قلمی نام احسن امام احسن ہے۔آبائی وطن ہزاری باغ ہے۔ان کی تخلیقات ملک کے معیاری اخبارات ورسائل میں تواتر سے شائع ہوتی ہیں۔اُردو ادب میں ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔انہیں شاعری اور نثر نگاری دونوں پر دسترس حاصل ہے۔انہوں نے مختلف ریاستوں کے قلمکاروں پر کام کرکے انہیں اُردو ادب کے قارئین سے روبرو کروانے کی کوشش کی ہے اور اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ہم عصر فنکاروں کے فن کو اپنی تصانیف میں محفوظ کرنا اور ان کے فن کا جائزہ لینا احسن امام احسنؔ کی نثر نگاری کا خصوصی میدان ہے۔احسن صاحب جیسے لوگ معدودے چند ہیں جو یا تو اپنے مطالعے کے شوق میں یا پھر اپنے احباب کی دلجوئی کے لیے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ بڑی سچائی اور دل کی گہرائی سے ان پر مضامین بھی لکھتے ہیں۔یہ دراصل اُردو ادب کی پذیرائی کا سچا طریقہ ہے۔راقم الحروف اس معاملے میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ احسنؔ صاحب نہ صرف اپنا وقت صرف کرتے ہیں بلکہ اپنے احباب کو قلبی سکون اور مسرت پہنچانے کا کام بھی کررہے ہیں۔زیر تبصرہ کتاب 'بہار، بنگال اور اُڑیسہ کے قلمکار' احسن امام احسن کے محققانہ مزاج اور تلاش وتفحص کا تازہ ترین نمونہ ہے، جو ۱۹۲/صفحات پر محیط ہے۔یہ نثری مجموعہ ایجوکیشنل پبلی کیشنز ہاؤس، دہلی سے شائع ہوکر ۲۰۲۰ء میں منصۂ شہود پر آکر ادبی گلیاروں میں مقبولِ عام ہوچکا ہے۔امام احسنؔ نے اپنی کتاب کا انتساب اپنے استاد محترم جناب علی منیر (کی یاد میں جنہوں نے ہائی اسکول میں مجھے بہت سکھایا) کے نام معنون کیا ہے۔کتاب کی پُشت پر ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی کے جامع اور مانع تاثرات شامل ہے۔کتاب کے اندر 'اپنی بات' میں مصنف کا تاثرات قارئین کے لئے مختص ہیں۔احسنؔ امام کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں سمندر شناس (شعری مجموعہ) ۲۰۱۳ء، مہاراشٹر کے قلمکار (مضامین کا مجموعہ) ۲۰۱۷ء، جھارکھنڈ کے قلمکار (مضامین کا مجموعہ) ۲۰۱۹ء، خواب سمندر (نظموں کا مجموعہ) ۲۰۱۹ء، اور اتر پردیش کے قلمکار (۲۰۲۴ء)، اس کے علاوہ جو مجموعے زیر ترتیب ہیں، وہ اس طرح ہیں: ملک کی خواتین قلمکار، ملک کے غیر مسلم قلمکار، مہاراشٹر اور تلنگانہ کے قلم کار، جھارکھنڈ کے قلمکار (حصہ دوم)، مدھیہ پردیش اور اتر پردیش کے قلمکار، میرے پسندیدہ قلم کار، گھروندہ (شعر اکے 'گھر' کے عنوان پر منتخب اشعار)، بہار اور بنگال کے قلمکار اور کرناٹک اور تمل ناڈو کے قلم کار وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔علاوہ ازیں ان کی غزلیں اور تنقیدی مضامین مشاہیر کی نظر میں درجۂ اعتبار حاصل کرچکے ہیں۔احسن امام احسنؔ کی زیر نظر کتاب پر نظر ڈالیں تو ہمیں بہار کے ۱۰/قلمکار، بنگال کے ۸/قلمکار اور اڑیسہ کے ۱۳/قلمکاروں کا ذکر ملتا ہے۔اس طرح یہ کتاب کل ۳۱/قلم کاروں کی تحقیقی صلاحیتوں پر بحث کرتی نظر آتی ہے۔ان میں شاعر بھی ہیں اور افسانہ نگار بھی۔اب چوں کہ احسن امام احسن خود بھی شاعر ہیں، غزل اور نظم دونوں اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔لہٰذا موصوف کے مراسم شاعروں سے زیادہ ہیں ویسے بھی اُردو میں شاعروں کی تعداد پھول کے پودے میں پتیوں کی طرح ہے، جس میں پتیاں ہی پتیاں نظر آتی ہیں، پھول کم نظر آتے ہیں۔غرض یہ ان تین ریاستوں کے جو بھی فنکار مولف موصوف کے رابطے میں آئے ہیں، ان پر موصوف نے اپنے تاثرات قلم بند کرکے ادبی دوستی کا حق ادا کیا ہے۔ان میں بہار کی ۱۰/جن قلمکاروں پر مصنف نے تاثراتی مضامین لکھے ہیں، ان کے نام اس طرح ہیں: ۱۔لمبے سفر کا مسافر: شاکر کریمی، ۲۔زبان وادب کا بے لوث خدمت گار: اظہر نیر، ۳۔ادب کا گوہر: گوہر شیخ پوری، ۴۔عشرت ظہیر: باشعور افسانہ نگار، ۵۔ادبی افق کا ایک روشن ستارہ: فردوس گیاوی، ۶۔آزاد ذہن کے قلم کار: سلطان آزاد، مخصوص لب ولہجے کا شاعر: مصلح الدین کاظم، ۸۔عطا عابدی کی فکری کائنات، ۹۔سبطین پروانہ کی نعتیہ شاعری، ۱۰۔قسیم اختر ایک باصلاحیت قلم کار وغیرہم شامل ہیں۔مصنف بہار کے دس قلمکاروں کی بیش قیمت کتب کا غائر مطالعہ کے ان کی تحریروں کی خصوصیات کو لفظوں کے پیکر میں ڈھالا ہے۔جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی، عبارتوں اور اشعار کے حوالوں سے اپنی تحریر کو مقوی بنانے کی کوشش کی ہے۔مغربی بنگال کے جن قلم کاروں پر احسن امام احسنؔ نے مضامین تخلیق کیے ہیں ان میں ۱۔شہود عالم آفاقی، ۲۔نذیر احمد یوسفی، ۳۔علیم الدین علیم، ۴۔محسن باعشن حسرت، ۵۔حشرت کمال پاشا، ۶۔رئیس اعظم حیدری، ۷۔نصراللہ نصر، ۸۔معراج احمد معراج کے نام شامل ہیں۔ ان آٹھ قلم کاروں کی تصانیف یا مضامین سے متاثر ہوکر بڑی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ویسے بنگال کے یہ سارے قلم کار جانے پہچانے اور مشہور ومعروف ہیں، لیکن ان کی تخلیقات میں اہم باتوں کو تلاش کرنا اور مضمون کی شکل میں ڈھالنا ایسا ہی ہے جیسے پھولوں سے عطر کشید کرنا۔صوبۂ اڑیسہ کے قلمکاروں پر احسنؔ صاحب نے احسنؔ طریقے سے روشنی بکھیری ہیں، وہ ۱۳/قلمکاروں میں ایم۔اے۔احد، سعید رحمانی، ناظم قمر، ڈاکٹر اختر حسین شافی، شکیل دسنوی، خالد رحیم، محمد ایوب صابر، سید نفیس دسنوی، عبدالمتین جامی، انور حسین انور، کمار پرجاپتی، سہیل اختر اور شاذیہ تمکین وغیرہ شامل ہیں۔صوبۂ اڑیسہ کے یہ مشہور ومعروف قلم کاروں کی تخلیقات اکثر مشہور زمانہ کے رسائل و جرائد میں نمایاں طور سے شائع ہوتی ہیں۔ ان کی طبع زاد تخلیقات کو نہ صرف دائرہ تحریر میں لایا گیا ہے، بلکہ نہایت عمیق مطالعے کے بعد ان پر مضامین قلمبند بھی کیے گئے ہیں۔ان سارے مضامین کا جہاں سے بھی ہم مطالعہ کرتے ہیں، دلچسپی، تسلسل اور ربط وضبط برقرار نظر آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقات کے اس جہانِ رنگ و بو سے مصنف سرسری طور پر نہیں گزرے ہیں، بلکہ ہر ایک روش، ہر ایک کیاری، ہر ایک پھول پتی کا لمس لیتے ہوئے آگے بڑھے ہیں۔مختصراً یہ کہ تحقیق وتنقید کے حوالے سے احسن امام احسنؔ کی مذکورہ تصنیف ایک زبر دست علمی وادبی کارنامہ کے مترادف ہے، جس میں تجسّس، اضطراب، مخفی مفہوم کی خوشبو اور معنویاتی تنوع یقینی طور پر موجود ہے۔ان کی تصنیف میں مضامین کی تحقیقی بصیرت کے ساتھ تجزیہ کا سلیقہ بھی نظر آتا ہے، جو نئی نسلیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بہترین رہنمائی اور کارآمد ثابت ہوگی۔ایسی کتابوں کو جن سے علمی تشنگی کے ساتھ خیالات ونظریات کے بلند پروازی میں مدد ملے، اپنے مطالعے میں ضرور شامل کرنا چاہیے۔اُمید ہے کہ ان کی دیگر قابل ذکر کتابوں کی طرح یہ کتاب نہ صرف ناقدین اور قارئین کی فکر کو مہمیز کرے گی بلکہ احسن امام احسنؔ کے قلم سے نکلنے والی تحاریر سے ہمیں اُردو ادب کے دیگر قلمکاروں کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوگی۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔کتابت وطباعت ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ہے۔سرورق بے حد دیدۂ زیب اور سادگی میں حُسن کا اعلیٰ نمونہ ہے۔مواد اور موضوع کے اعتبار سے قیمت مناسب ہے۔ان جملۂ خوبیوں سے آراستہ یہ کتاب مصنف کے 9556873697 پر رابطہ کرکے حاصل کی جاسکتی ہے۔آخر میں راقم الحروف مصنف کے لیے ذیل شعر کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہے:

دلوں کے فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

چیان وکرم اسٹارر تنگلان کا ٹائٹل ٹریک "تنگلان وار" ریلیز!

ممبئی (ایم ملک) تنگلان کا بہت انتظار کیا جانے والا ٹائٹل ٹریک بال آخر ریلیز ہوگیا ہے۔چیان وکرم اور مالویکا موہنن کی فلم پا۔رنجیت کی فلم کے ٹریلر نے اپنی شان وشوکت اور پراسراریت کے ساتھ سب پر ایک مضبوط تاثر چھوڑا ہے۔لہذا اب، ٹائٹل ٹریک Tanglan War کے ریلیز کے ساتھ، شائقین اس مہا کاوی کائنات میں اور بھی گہرائی میں ڈوب سکتے ہیں۔گانے کی ریلیز کے ساتھ، gvprakash کا کمپوز کردہ یہ طاقتور گانا اپنے نام کی طرح ہی پر جوش ہے، اور آپ کو ایک منفرد موسیقی کے سفر پر لے جاتا ہے۔یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس زوردار گانے نے فلم کی منزلیں طے کردی ہیں۔تنگلان ساؤتھ کی ایک اور بڑی فلم ہوگی۔ یہ کولار گولڈ فیلڈز (KGF) کی سچی کہانی بیان کرتا ہے، جب انگریزوں نے اسے دریافت کیا اور اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا۔یہ فلم جنوبی ہندوستانی صنعت کے رجحان کو جاری رکھتی ہے جو سامعین کے لیے نئے اور منفرد تصورات لاتی ہے۔اس طرح یہ ساؤتھ کی ایک اور منفرد کانسپٹ فلم ہے۔چیان وکرم اور مالویکا موہنن اسٹارر تھنگلان 15 اگست 2024 کو دنیا بھر میں ہندی، تامل، تیلگو، کنڑ اور ملیالم میں ریلیز ہونے والی ہے۔فلم کی موسیقی جی وی پرکاش کمار نے ترتیب دی ہے۔

پربھنی ضلع سالانہ منصوبے کے 345 کروڑ کے ترقیاتی کاموں کو منظوری: سرپرست وزیر بنسوڑے

شہر میں زیر زمین سیوریج اسکیم اور سڑکوں کے لیے فنڈنگ فراہم کی جائے گی

پربھنی:3/اگست (ورق تازہ نیوز) مالی سال 2024-25 کے ضلعی سالانہ منصوبہ کے تحت شہریوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے سمیت مختلف اسکیموں کے لیے 345 کروڑ روپے کے ترقیاتی کاموں کا اجلاس ریاستی وزیر کھیل اور یوتھ ویلفیئر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ضلع کے سرپرست وزیر سنجے بنسوڑے نے آج منعقدہ میٹنگ میں اس کی منظوری دی۔ یہاں کلکٹر آفس کے پلاننگ کمیٹی ہال میں سرپرست وزیر سنجے بنسوڑے کی صدارت میں ضلعی منصوبہ بندی کمیٹی کی میٹنگ کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر ایم پی سنجے جادھو، سرویشری ایم ایل اے راجیش وٹیکر، سریش ورپوڈکر، ڈاکٹر۔ راہول پاٹل، رتناکر گٹے، کلکٹر رگھوناتھ گاوڑے، پولیس سپرنٹنڈنٹ رویندر سنگھ پردیشی، چیف ایگزیکٹو آفیسر رشمی کھانڈیکر، میونسپل کمشنر ترپتی سندبھور، ایڈیشنل کلکٹر ڈاکٹر۔ پرتاپ کالے، ایڈیشنل چیف ایگزیکٹو آفیسر اجنکیا پوار، ریذیڈنٹ ڈپٹی کلکٹر انورادھا دھولکاری نمایاں طور پر موجود تھے۔ سرپرست وزیر جناب بنسوڈے ضلع کی مقامی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے عوامی نمائندوں کے ساتھ مل کر ترقیاتی کاموں کی تجاویز تیار کریں۔ یہ بتاتے ہوئے کہ سال 2023-24 اور 2024-25 کے ترقیاتی کاموں کی لاگت کو منظوری دے دی گئی ہے، کلکٹر نے بینک حکام، محکمہ زراعت، فصل بیمہ کمپنیوں کے نمائندوں اور مہادسٹریوان کے ساتھ ساتھ متعلقہ محکمہ کے افسران کے ساتھ ایک ہفتہ طویل جائزہ میٹنگ کی۔ فصلوں کی بیمہ اسکیم پر بات چیت کے لیے مسلسل بارشوں سے فصلوں کو ہونے والے نقصان کا پنچنامہ کیا جائے۔ انہوں نے ہدایت کی کہ بلاتعطل بجلی کی فراہمی، دیہی علاقوں میں روہترا کا شتکاروں کو بغیر کسی رکاوٹ کے آباد کیا جائے، بینک بغیر کسی رکاوٹ کے فصلی قرضے فراہم کریں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ضلع کے ترقیاتی کاموں سے متعلق کوئی مسئلہ ہے تو وزارتی سطح پر جائزہ اجلاس منعقد کر کے اسے حل کرنے کو ترجیح دی جائے گی۔ اس موقع پر تمام عوامی نمائندوں نے پربھنی شہر میں ترقیاتی کاموں اور بنیادی سہولیات کو لے کر میونسپل کارپوریشن کمشنر ترپتی سندبھور کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی، سرپرست وزیر سنجے بنسوڑے نے یقین دلایا کہ شہر کے شہریوں کو ہفتے میں دو سے تین دن پینے کے صاف پانی، اندرونی اور سڑکوں، زیر زمین سیوریج اسکیم کے لیے ضروری فنڈز فراہم کرنے کے لیے وزیر اعلیٰ کی پیروی کی جائے گی۔ اس موقع پر سرپرست وزیر جناب بنسوڈے نے ریاستی حکومت کی مہتوا کانکشی اسکیموں جیسے چیف منسٹر ماجھی لاڈکی بہائن، چیف منسٹر یوتھ ورک ٹریننگ اسکیم، چیف منسٹر تیرتھ درشن اسکیم، چیف منسٹر ویوشری اسکیم، چیف منسٹر بلی راجہ مفت بجلی اسکیم، لڑکیوں کے لئے 100 فیصد فیس معافی اسکیم کی تفصیل بتائی۔ کی بجائے 50 فیصد اور وزیر اعلیٰ اناپورنا یوجنا کا متعلقہ محکموں کے سربراہوں سے جائزہ لیا۔ ابتدائی طور پر ضلعی منصوبہ بندی کمیٹی کے 8 جنوری 2024 کو ہونے والے اجلاس میں نکات پر تعمیل رپورٹ کی منظوری دی گئی۔ ضلعی منصوبہ بندی کمیٹی نے سال 2023-24 کے لیے ضلعی سالانہ منصوبہ (جنرل) کی منظوری دی ہے۔ نیز، ضلعی منصوبہ بندی کمیٹی نے ضلعی سالانہ پلان جنرل 2023-24 کے تحت حکومت کے بجٹ میں سے 290 کروڑ روپے میں سے بی ڈی ایس سسٹم پر خرچ کی منظوری دی۔ سرپرست وزیر سنجے بنسوڈے نے اس موقع پر کہا کہ ضلعی سالانہ پلان جنرل 2024-25 کے تحت بجٹ کا پروویژن 345 کروڑ روپے ہے اور فی الحال بجٹ کی فراہمی کا 30 فیصد یعنی 103 کروڑ 49 لاکھ روپے بی ڈی ایس سسٹم کے ذریعے دستیاب کرائے گئے ہیں۔ ضلع کے دیہی علاقوں میں روہترا کے بار بار بند ہونے کے بارے میں کسانوں کی طرف سے کئی شکایات موصول ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کمیٹی کے تمام اراکین نے شکایت کی کہ مہاوتارن کے اہلکار خراب روہترا کے لیے فون نہیں اٹھا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مہاوتارن کے عہدیداروں کو چاہئے کہ وہ وقتاً فوقتاً عوامی نمائندوں سے بات چیت کر کے مسائل کو فوری حل کریں۔ اگر اس کے لیے اضافی فنڈز درکار ہوں تو تجاویز پیش کی جائیں، سرپرست وزیر نے تجویز پیش کی۔ اس موقع پر متعلقہ محکموں کے سربراہان نے مالی سال 2023-24، 2024-25 میں مختلف ترقیاتی کاموں پر ہونے والے اخراجات کے ساتھ ساتھ منصوبہ بند مجوزہ اخراجات کا بھی جائزہ لیا۔ اس موقع پر سرپرست وزیر سنجے بنسوڑے نے محکمہ پنچایت، محکمہ تعمیرات عامہ، محکمہ صحت، محکمہ جنرل ڈسٹری بیوشن، محکمہ اسکولی تعلیم، فصل بیمہ، فصل قرض، یاترا- سیاحتی ترقی، پردھان منتری آواس یوجنا وغیرہ کا بھی جائزہ لیا۔ ضلعی منصوبہ بندی کمیٹی کے اجلاس میں عوامی نمائندوں اور کمیٹی ممبران کی طرف سے دی گئی ہدایات اور مطالبات کے مطابق تمام متعلقہ سرکاری ادارے اسے فوری طور پر منسوخ کریں۔ نیز محکمہ کے سربراہان عوامی نمائندوں کے ساتھ مل کر ضلع میں ترقیاتی کام کروائیں۔

روزنامہ "ورق تازہ" کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی کی تصنیف
"مٹی کے چاند ستارے" کا اجراء
مبارک
منجانب
صدر مدرس
مدرسہ قریشیہ ہائی اسکول ناندیڑ

اعضاء کے عطیہ سے متعلق آگاہی کیلئے ہر کسی کو پہل کرنی چاہیے: کلکٹر

3/اگست (ورق تازہ نیوز) اعضاء کا عطیہ یا عضو عطیہ کا موضوع بہت اہم ہے اور ایک عضو عطیہ کرنے والے کے اس بہترین عطیہ کی وجہ سے بہت سے مریضوں کو زندگی ملتی ہے، اس لیے سبھی کو اس کام میں پہل کرنی چاہیے، اس طرح کی اپیل ضلع کلکٹر ابھیجیت راوت نے کی۔ آج آئی ٹی آئی سے کلکٹر آفس تک ڈاکٹر شنکراؤ چوہان میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل کی جانب سے اعضاء کے عطیہ سے متعلق آگاہی ریلی نکالی گئی۔ کلکٹر ابھیجیت راوت، ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس شاہجی اماپ، ضلع سپرنٹنڈنٹ آف پولیس سری کرشنا کوکاٹے، میونسپل کمشنر ڈاکٹر۔ اس کا افتتاح مہیش کمار ڈویفوڈے نے ہری جھنڈی دکھا کر کیا۔ اس موقع پر وہ مخاطب تھے۔ آج ملک اور دنیا بھر میں بہت سے مریض اعضاء کی پیوند کاری کے منتظر ہیں۔ انہیں جان دینے کے لیے بے ساختہ آگے آنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ معاشرے کے ہر فرد کو اعضاء کے عطیہ کے لیے پہل کرنی چاہیے اور اعضاء کے عطیہ کے بارے میں عوامی آگاہی کے لیے یہ احساس ہونا چاہیے کہ ہم اپنی موت کے بعد بھی اعضا عطیہ کر کے معاشرے اور دوسروں کے لیے اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ ڈاکٹر سدھیر دیشمکھ، ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر۔ سنگیتا دیشمکھ، جج شیواجی اندالکر، اے پی کراڑ، ایم آر۔ سوانی، سوامی رامانند تیرتھا یونیورسٹی کے رجسٹرار ششی کانت دھاولے، ڈائریکٹر ملیکارجن کاراجگی خصوصی طور پر موجود تھے۔ اس موقع پر ڈاکٹرز، افسران، ملازمین، کئی سماجی تنظیموں کے نمائندے اور ضلع کے 30 سکولوں اور کالجوں کے طلباء نے بھی شرکت کی۔ اگر انسانی زندگی کا بہترین عطیہ اعضاء کا عطیہ ہے تو اس کے لیے معاشرے میں شعور بیدار کرنا بہت ضروری ہے۔ اعضاء کے عطیہ کی اہمیت اور اعضاء عطیہ کی ضرورت پر معاشرے کے ہر فرد سے اس نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی اپیل۔ سدھیر دیشمکھ نے اس موقع پر وضاحت کی۔ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ ہم صرف اسی صورت میں اعضا عطیہ کرنے والے بن سکتے ہیں جب ہماری صحت تندرست ہو، انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایک عضو عطیہ کرنے والا اعضاء عطیہ کر کے 8 سے 9 ضرورت مند مریضوں کو زندگی بچا سکتا ہے۔ معاشرے میں بیداری پیدا کرنے کے لیے ڈاکٹر۔ شنکراؤ چوان گورنمنٹ میڈیکل کالج کی جانب سے بیداری مہم کا انعقاد کیا گیا۔ اس مہم کے تحت کالج کی جانب سے مختلف مقابلے، ورکشاپس، لیکچرز اور آگاہی پروگرام منعقد کیے گئے۔ اس مہم کا مقصد معاشرے کو اعضاء کے عطیہ کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اعضاء عطیہ کرنے کی ترغیب دینا تھا۔ اس ریلی کے کامیاب انعقاد پر کالج کے بانی ڈاکٹر۔ ڈاکٹر سدھیر دیشمکھ کی رہنمائی میں، شعبہ ڈیفولوجی کے سربراہ۔ ویشنوی کلکرنی، ڈاکٹر۔ سچن توتاور، ایڈمنسٹریٹو آفیسر ڈاکٹر۔ بالاجی آئیز کے ایسوسی ایٹ پروفیسر، سپرنٹنڈنٹ آف سوشل سروسز، اور شعبہ کے ریزیڈنٹ ڈاکٹروں نے خصوصی تعاون کیا۔

ٹی سی گم گئی

میری فرحین بیگم ساجد خان کے نام کی دسویں جماعت کی مدینۃ العلوم ہائی اسکول ناندیڑ کی ٹی سی ناندیڑ تا حدگاوں سفر کے دوران کہیں گم گئی ہے۔ اگر کسی صاحب کو ملے تو پتہ ذیل پر لا کر دیں مناسب انعام سے نوازا جائے گا۔

فرحین بیگم ساجد خان
حمیدیہ کالونی قدوائی نگر ناندیڑ

پرانی پنشن اسکیم ریاست کے افسران اور ملازمین پر لاگو

ناندیڑ: سال 2005 میں سرکاری ملازمت میں شامل ہونے والے افسران اور ملازمین کو پرانی پنشن اسکیم لاگو کرنے کا حکم ایک حکومتی فیصلے کے ذریعے جاری کیا گیا ہے۔ حکومت کے اس فیصلے پر پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے ایگزیکٹیو آفیسر اوِناش جادھو کے ڈیجیٹل دستخط ہیں۔ کنٹریبیوٹری پنشن سکیم ان سرکاری افسران اور ملازمین کے لیے لاگو کی گئی جنہوں نے یکم نومبر 2005 کو یا اس کے بعد سرکاری ملازمت میں شمولیت اختیار کی۔ اس لیے 2005 سے پہلے اور بعد کے افسران اور ملازمین میں بڑا فرق تھا۔ اس کے علاوہ افسران اور ملازمین ریاست بھر میں وقتاً فوقتاً مختلف ایجی ٹیشنز کرتے رہے۔ ان سب کے مطابق، مہاراشٹر جنرل پروویڈنٹ فنڈ رولز، 1998 اور سبسڈری رولز کی دفعات اور مہاراشٹر سول سروسز رولز، 1984 کی دفعات کو ریاست کی خدمت میں شامل ہونے والے افسران اور ملازمین پر لاگو کیا گیا ہے۔ یکم نومبر 2005 کو یا اس کے بعد مہاراشٹر کا۔ اس نئے پروویژن کی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ (GPF) کھاتوں کو فوری طور پر کھولا جانا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بضمن 30 سالہ جشن ورقِ تازہ
بین الریاستی مشاعرہ
آج بروز اتوار
بتاریخ 4/اگست 2024
بمقام: دفتر جماعت اسلامی ہند نئی آبادی ناندیڑ
مہمانان خصوصی
جناب مرزا مصطفیٰ علی بیگ جاوید کمال (حیدرآباد)، جناب محمد کمال الدین صدیقی ساجدؔ، جناب محمود علی سحرؔ
صدارت جناب تمیز احمد پروازؔ
نظامت جناب سہیل احمد صدیقی
مہمان شعراء
جناب معین امر بمبوؔ (حیدرآباد) جناب لطیف الدین لطیف (حیدرآباد)
جناب قیس سبحانی (جالنہ)، جناب خضر احمد شررؔ (پربھنی)
جناب رضی الدین رضیؔ (پربھنی)، جناب رزاق شاہد (ہنگولی)
میزبان شعراء:
جناب وحید اللہ خان عطاؔ حیدرآبادی، جناب غالب آسیؔ، جناب علیم اسرار، جناب التمش طالب، جناب ظہیر الدین بابرؔ،
جناب ہاشمی منظور احمد، جناب سہیل احمد صدیقی، جناب الطاف ثانی، جناب راجندر اپادھیائے، جناب طاہر حسین طاہرؔ، جناب اشوک سحرؔ
زیر اہتمام: ادارۂ روزنامہ "ورقِ تازہ" ناندیڑ

'ورقِ تازہ' کا 30 سالہ جشن اور
جناب محمد تقی صاحب کی کتاب
مٹی کے چاند ستارے کا اجراء کے ضمن میں
دل کی عمیق گہرائیوں سے
مبارکباد
عروج ہو آپ کو زمانے میں ایسا نصیب
کہ رفعتوں پہ آسمان بھی ناز کرے۔
منجانب عبدالرشید سر
ڈائریکٹر الرضوان جونیئر کالج اینڈ گروپ آف اسکولس۔

AL-RIZWAN JR. COLLEGE AND GROUP OF SCHOOLS
Nanded, Ardhapur, Kandhar.

CONTINUOUS 100% RESULT OF 10TH CLASS BOARD EXAM SINCE LAST 11 YEARS 2013-14 TO 2023-24

NO NEED OF TUITION OR ANY EXTRA COACHING AFTER STUDYING IN AL-RIZWAN

UNIQUE SYLLABUS COMBINATION OF STATE + CENTRAL + INTERNATIONAL

COMPETITIVE EXAM FOCUSED SKILL BASED FULL DAY HIGH SCHOOL & COLLEGE EDUCATION SYSTEM

96 STUDENTS APPEARED NEET, JEE / MHT - CET COMPETITIVE EXAM SINCE 2018 TO 2023 ACHIEVEMENTS 29 DOCTORS & 27 ENGINEERS

ALL UNDER ONE ROOF ONLY AL-RIZWAN

CONTINUOUS 100% RESULT OF 12TH CLASS BOARD EXAM SINCE LAST 8 YEARS 2016-17 TO 2023-24

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر محمد تقی نے علینہ پرنٹرس، اسماعیل مارکیٹ، چوک بازار ناندیڑ 431604 سے طبع کر کے 4-6-229، بڑی درگاہ، گاڑی پورہ ناندیڑ۔ 431604 سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: محمد تقی* (پریس اینڈ رجسٹریشن آف بکس ایکٹ 1867 کے مطابق اخبار میں شائع خبروں اور دیگر مشمولات کے لئے ذمہ دار)
Printed,published and owned by Mohammad Taqui.Printed at Aleena Printers,Ismail Market,Chowk Bazaar, Nanded-431604and published at 4-6-229,Badi Dargah,Gadipura, Nanded-431604
Office: 2nd Floor, Ismail Market,Chowk Bazaar Nanded Mobile 8055362952-9325610858 POSTAL RGN.NO.G2/RNP/NND-303/2021-2023
کسی بھی قابل اعتراض تحریر کیلئے قانونی چارہ جوئی صرف ناندیڑ کی عدالت میں ہوگی۔